قمروش شہک

# نیلا ستارا

''نیلی!''

دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی تھی۔ فخر عالم جو پلنگ پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ان کا نوالہ منہ میں جاتے جاتے رک گیا تھا۔ انہوں نے زور زور سے دستک دینے والے کو ذرا غصیلی نظروں سے دیکھا تھا جو کہ اب اندر آ چکا تھا۔ سیدہ جو فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل لا رہی تھیں۔ سامنے ستارا کو دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

''ارے ستارا کیا ہوا رک کیوں گئیں اندر آؤ کھانا کھاؤ۔'' سیدہ وہیں پلنگ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔

تارا جو فخر عالم کو دیکھ کر رک گئی تھی اگر پتا ہوتا کہ وہ گھر میں ہیں تو وہ کبھی یہاں کا رخ نہیں کرتی۔ اس کے ے کا رنگ اڑ چکا تھا۔

''نہیں خالہ بو اور اصل میں نیلی کے پاس آئی تھی اور کھانا تو کھا کر ہی آئی ہوں۔'' ستارا کے چہرے پر ف کے واضح رنگ سیدہ سے چھپے نہیں رہ سکے تھے۔ وہ جانتی تھیں اس کے ڈر اور ہچکچاہٹ کی وجہ۔

''ٹھیک ہے نیلما اندر ہے، تم اندر چلی جاؤ اس کے کمرے میں۔''

''جی خالہ!''

## مکمل ناول

بدقسمتی کہ فخر عالم کی سخت گیر آواز نے اس کے قدموں کو زمین پر ہی جکڑ لیا۔
"دروازہ ذرا ہولے سے بجایا کرو یہ کوئی جیار سوگز کا بنگلہ نہیں ہے جو گھر والے میلوں دور بیٹھے ہوں۔"
"جی فخر بھائی!" اور پھر وہ تیزی سے اندر نیلی کے کمرے میں بھاگ گئی تھی۔ ستارا کے اس طرح اندھادھند بھاگنے پر وہ سلگ کر رہ گیا۔
"بے وقوف۔" اور پھر اپنا کھانا کھانے لگا تھا۔
"ارے بیٹا! مت ڈانٹا کرو دیکھا نہیں کیسے تمہیں دیکھ کر بیچاری کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔"
"اماں لڑکیوں کا اس طرح رہنا مجھے سخت ناپسند ہے۔ ابھی تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے پاگلوں کی طرح اندر بھاگی ہے۔ آرام سے بھی تو چلا جاسکتا ہے۔"
"اچھا چھوڑو ان باتوں کو تم کھانا کھاؤ تمہیں اسٹور سے دیر ہو رہی ہے۔" سیدہ اس لمبی ہوتی بحث کو سمیٹتی ہوئی بولیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ فخر عالم کو زور زور سے ہنستی بولتی، چنچل سی لڑکیوں سے سخت چڑ ہے۔ جب کہ یہ ساری خوبیاں ستارا اور نیلما میں کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی تھیں۔
"ہائے اللہ جان بچی۔" ستارا دھم سے نیلی کے پاس بیٹھی تھی۔ نیلما جو چائے پی رہی تھی۔ ستارا کے یوں اچانک بیٹھنے سے چائے چھلک کر اس کا ہاتھ جلا گئی تھی۔
"یا وحشت کیا افتاد آپڑی ہے۔"
"فخر سے بڑھ کر کوئی افتاد ہوسکتی ہے بھلا۔"
"ارے یار! تو تو محتاط رہا کر ناں جب وہ گھر میں ہوں تو۔"
"اب مجھے کوئی الہام تھوڑی ہی ہوا تھا کہ وہ گھر میں ہیں ورنہ بچی میں اس وقت تو تیرے گھر نہ آتی۔"
"ہاں وہ آج جلدی کھانا کھانے آگئے ہیں اور جب سے آئے ہیں میں بھی اپنے کمرے میں دبکی بیٹھی ہوں۔" اس نے ایک گرم چائے کا گھونٹ لیا۔
"اچھا تو یہ بتا خیریت تو ہے؟ کیوں آئی ہے؟"
"تو پہلے مجھے چائے پلا پھر بتاتی ہوں۔" ستارا نے نیلی سے آدھی کپ چائے کی پیالی لے لی تھی اور گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔
"اب پھوٹ بھی دے بلاوجہ کا تجسس پھیلا رہی ہے۔" نیلی نے گھورتے ہوئے کہا۔ ستارا نے چائے ختم کر کے خالی کپ ٹیبل پر رکھا۔
"آج اتوار بازار لگا ہے میں تجھے لینے آئی ہوں بازار چلنے کے لیے۔"
"نا بابا نا میں نہیں جا رہی فخر بھائی گھر میں ہیں خوامخواہ ابھی ٹھیک ٹھاک لیکچر سننے کو مل جائے گا۔" نیلی نے صاف انکار کیا۔
"ہاں تو ابھی کون چلنے کا بول رہا ہے۔ فخر بھائی جب اسٹور چلے جائیں پھر چلتے ہیں۔"
"اور اتوار بازار سے خریدنا کیا ہے؟"
"راحبہ نے آج اتوار بازار میں جیولری کا اسٹال لگایا ہے۔"
"اوہ اچھا جبھی میں بولوں اتنی آؤ تائی کیوں ہو رہی ہیں میڈم۔"
"اب پتا چل گیا نا تو چل جلدی سے تیار ہو جا۔"



"ستارا تو خود تو پھنسے گی مجھے بھی پھنسائے گی۔ پتا نہیں تجھے اس لوفر راحبہ میں کیا نظر آتا ہے جو تجھے وہ اچھا لگتا ہے۔ بچی مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔" نیلی نے برا سا منہ بنایا تھا۔
"محبت اندھی ہوتی ہے میری جان!"
"جی ہاں راحبہ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ تو واقعی پوری طرح اندھی ہو چکی ہے۔"
"اچھا اب زیادہ بکواس مت کر جلدی سے میرے ساتھ اتوار بازار چل راحبہ میرا انتظار کر رہا ہوگا۔"
"کہاں جانا ہے؟" سیدہ کے کانوں میں ستارا کا بس ایک جملہ کانوں میں پڑا تھا۔
"وہ......وہ......خالہ۔"
ستارا سٹپٹا کے رہ گئی اور یہ ہی حالت کچھ نیلی کی بھی تھی۔ کہیں انہوں نے کچھ سن تو نہیں لیا اگر سن لیا تو سمجھ لی شامت آجاتی دونوں کی۔
"اماں! ستارا مجھے بازار چلنے کا بول رہی ہے۔ ہمارے گھر کے قریب میدان میں جو اتوار بازار لگا ہے نا وہاں سے اس کو کچھ سوٹ خریدنے ہیں۔" نیلی نے بڑی مشکل سے بات سنبھالی تھی۔ ورنہ سٹی تو اس کی بھی گم ہوئی تھی۔
"ٹھیک ہے تو چلی جاؤ اس میں اتنا گھبرانے والی کیا بات ہے۔"
"خالہ وہ فخر بھائی!" ستارا کو سب سے زیادہ خوف فخر عالم کا ہی تھا۔ کیوں کہ انہیں لڑکیوں کا بازاروں میں گھومنا سخت زہر لگتا تھا۔
"فخر اسٹور چلا گیا ہے بلکہ نیلما تم یوں کرو اپنے لیے بھی دو لان کے سوٹ خرید لینا گرمیاں آگئی ہیں اور اس رمضان تو گرمیاں اپنے عروج پر ہوں گی۔" سیدہ نے دراز سے اپنا والٹ نکالا اور دو ہزار نکال کے نیلما کی طرف بڑھائے۔
"سچ اماں!" خوشی کے مارے اس کی باچھیں کھل اٹھیں۔ نیلما کو کپڑے بنانے کا بے حد شوق تھا۔ ایک سے ایک لان کے پرنٹڈ کاٹن کے کڑھائی والے سوٹ اس کی الماری میں بھرے پڑے تھے مگر یہ بھی اس کو کم لگتے تھے۔
وہ دونوں تیار ہو کر باہر نکل گئیں۔ نیلما کی بالکل بے اختیار نظر سامنے والے گھر کی جانب اٹھی تھی۔ وہاں دروازے پر کوئی لڑکا کھڑا تھا۔ اس کی نظریں بھی نیلی پر ہی پڑی تھیں۔ نیلی نے اپنی بڑی سی چادر مزید چہرے پر کھینچ لی تھی کہ اس کا آدھا چہرہ چھپ کر رہ گیا تھا۔
"ستارا!"
"ہاں۔"
"یہ سامنے فریدہ خالہ کے گھر میں کرائے دار آگئے ہیں کیا؟"
"ہاں سنا تو میں نے بھی یہ ہی ہے۔ چلو اچھا ہے پوری گلی ہماری پر رونق رہتی ہے سوائے فریدہ خالہ کے نیچے کے پورشن کے۔ وہاں بھی اب رونق ہو جائے گی اگر فریدہ خالہ بے چاروں کو رہنے دیں تو۔"
"ہاں یہ بھی ٹھیک کہتی ہے۔" باتوں باتوں میں اتوار بازار آچکا تھا۔

☆......☆

عرشمان کو آئے ہوئے پورے چھ گھنٹے ہو گئے تھے۔ ابھی تک تو اسے یہاں کوئی مسئلہ درپیش نہیں رہا تھا اور

پھر اسے یہاں کون سا زندگی بھر رہنا تھا۔ صرف ایک ماہ کی تو بات تھی۔ سی اے کے پیپرز دے گا اور پھر واپس کراچی چلا جائے گا۔ یہاں لاہور آنے کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ سکون سے پیپرز کی تیاری کرے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ فی الحال ایک ماہ تک اپنا سیل فون آف رکھے گا تاکہ کوئی اسے فون بھی نہ کر سکے۔

ایک کمرہ کرائے پر با آسانی مل گیا تھا کرایہ تھوڑا زیادہ تھا مگر صرف ایک ماہ کا ہی تو دینا تھا۔ وہ یہاں اپنے دوست کے جان پہچان والوں کے ہاں تھا۔ اسی لیے فریدہ خالہ نے بغیر کوئی سوال کیے اسے یہاں رہنے کی اجازت دی تھی اور پھر عرشان کی کون سی تاک جھانک کرنے کی عادت تھی۔ اپنے کام سے کام رکھنے والا عرشان نہایت ہی سوبر اور سنجیدہ خوب صورت وپُر وجاہت شخصیت کا مالک تھا۔ جسے اپنی پڑھائی کے علاوہ کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے پیپر کی تیاری کر چکا تھا تو سوچا تھوڑا ریسٹ کر لے۔ باہر گلی میں شاید کوئی پیٹیس بیچنے والا آیا تھا۔ عرشان کی بھوک جاگ اٹھی۔ صبح بھی خالی ایک کپ چائے اور چند بسکٹ کھائے تھے۔

''چلو عرشان ملک دوپہر کے لنچ میں آج پیٹیس سے ہی گزارا کرتے ہیں۔'' عرشان ایک لمبی سانس کھینچتا ہوا پلنگ سے کھڑا ہوا۔ وہ باہر دروازے پر آیا مگر جب تک وہ ٹھیلے والا جا چکا تھا۔ سامنے سے دو لڑکیاں باہر نکلی تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی کی بالکل بے ساختہ نظر اسی کی جانب اٹھی تھی۔ اتفاق کے عرشان کی نظر بھی اسی چہرے پر ٹک گئی تھی۔ سورج کی تیز تر شعاعوں کی روشنی سے اس کے میدے جیسی رنگت چمکی تھی۔ ان بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں گھبراہٹ کے رنگ ابھرے تو جلدی سے اس لڑکی نے اپنے سر پر چادر کو اپنی دو انگلیوں کی مدد سے آگے کو کھینچ لیا تھا اور دوسری لڑکی کے ساتھ آگے کو بڑھنے لگی تھی۔ جانے کیوں عرشان کی بے اختیاری نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا اور جب عرشان کو اپنی اس بے اختیاری کا احساس جاگا تو وہ خفیف سا ہو گیا۔ خود کو لعن طعن کرتا وہ واپس اندر چلا گیا تھا۔

☆......☆

''نیلما! تیار ہو گئیں تو جلدی کرو مجھے اسٹور بھی کھولنا ہے۔'' فخر عالم نے اپنی کلائی میں ہینڈ واچ باندھی اور گھڑی میں ٹائم دیکھا جہاں پورے آٹھ بج چکے تھے۔

''بس فخر بھائی آئی۔'' نیلی نے جلدی جلدی اپنے بیگ میں الٹے سیدھے نوٹس ٹھونسے اور باہر نکل آئی۔

''ہزار دفعہ کہا ہے کہ پہلے سے ریڈی ہو جایا کرو مگر نہیں تم ستو تب تا ہر روز پندرہ منٹ خود بھی لیٹ ہو جاتی ہو اور مجھے بھی دیر کروا دیتی ہو۔''

''سوری فخر بھائی!'' وہ منمنائی۔

''اچھا اب جلدی کرو۔'' فخر عالم باہر نکلا۔

''ارے ایک منٹ رکو۔'' سیدہ تیزی سے کچن سے برآمد ہوئیں۔

''یہ لو پکڑو ناشتہ بھی جلدی جلدی میں تھوڑا سا ہی کھایا ہے یہ کالج میں کھا لینا۔'' سیدہ نے ریڈ کلر کا لنچ بکس نیلما کو تھمایا۔ نیلما نے جلدی سے لنچ بکس اپنے بیگ میں ٹھونسا اور اپنی پیاری سی اماں کو پیار کرتی باہر نکل گئی۔

''اب ان میڈم کو جلدی سے بلاؤ۔''

''جی۔'' نیلما نے اپنے گھر کے برابر سے لگے ستارا کے گھر کا دروازہ بجایا۔ وہ ایک سیکنڈ بھی ضائع کیے بنا باہر نکلی تھی بلکہ وہ تو جیسے انتظار میں ہی آدھے گھنٹے پہلے دروازے سے گویا لگ کر کھڑی تھی کہ نیلما اس کا دروازہ بجائے اور وہ باہر نکلے ورنہ فخر عالم کے غصے سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔



نیلما اور ستارا کا بچپن ایک ساتھ ہی گزرا تھا۔ دونوں ایک ہی عمر کی تھیں۔ اسکول سے کالج تک کا سفر دونوں نے ایک ساتھ طے کیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی ہمراز تھیں۔ ایک دوسرے کی خوشی وغم میں شریک دونوں گھرانوں میں آپس میں کبھی یاد نہیں پڑتا کہ معمولی سی بھی تو تو میں میں ہوئی ہوگی۔ سیدہ اور فرخندہ دونوں سگی بہنیں تو نہیں تھیں مگر بہنوں سے بڑھ کر دونوں ایک دوسرے کو عزیز اور پیاری تھیں۔ سیدہ کے دو بچے فخر عالم اور نیلما تھے اور فرخندہ کی صرف ایک ہی بیٹی ستارا۔ نیلما، نیلی کا نام فرخندہ نے ہی رکھا تھا۔ اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں کی وجہ سے میدہ جیسی سفید رنگت کھڑے نقوش معصوم سی بھولی بھالی نیلی آنکھوں والی نیلما گڑیا لگتی تھی۔ جب کہ ستارا بھی پیارے سے نقوش والی ستاروں کی طرح چمکتی روشن آنکھوں والی سیدہ کے لیے بہت خاص تھی۔ سیدہ اور فرخندہ نے کبھی بھی ستارا اور نیلما میں کبھی کوئی فرق نہیں رکھا۔ فخر عالم لمبا چوڑا گندمی رنگت کا مالک کسی ریاست کے شہزادے سے کم نہیں تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد گھر کی سیدہ اور نیلما کی ذمہ داری اسی کے کندھے پر تھی۔ جسے وہ نبھا رہا تھا۔ نیلما اور ستارا دونوں کو وہ خود ہی اسکول سے کالج تک چھوڑنے اور لینے جاتا تھا۔ وہ کسی پر بھی رتی بھر بھروسہ نہیں کرتا تھا اور کبھی کبھی تو دونوں فخر عالم کی اس ذمہ داری سے چڑ جایا کرتی تھیں۔ زچ ہو جایا کرتی تھیں۔ فخر عالم کے بے انتہا غصے اور سنجیدہ طبیعت سے نیلما اور ستارا دونوں ہی خائف رہتی تھیں۔ بہت سوچ سمجھ کر وہ فخر عالم کے آگے منہ کھولتی تھیں۔

''فخر بھائی!''

فخر عالم اسٹور پر بیٹھا ہاتھ میں ڈائری اور پین لیے اسٹور کا کوئی حساب کر رہا تھا کہ ایک لڑکا آیا۔

''ہاں کہو۔''

''فخر بھائی! یہ سامان کی لسٹ ہے آپ یہ نکال دیجیے میں ذرا آگے سے اپنا ایک کام اور نمٹا کے آجاتا ہوں۔''

''اچھا ٹھیک ہے میں نکال دیتا ہوں۔'' فخر عالم نے لسٹ تھام لی تھی۔

''بھائی! ذرا چار انڈے، ایک ڈبل روٹی اور مکھن کی چھوٹی ڈبیا تو دینا۔'' ایک خاتون اس دوران آئی تھیں۔

''جی بہن۔'' فخر عالم نے جلدی سے ان خاتون کو فارغ کیا۔

''سلام فخر صاحب! کیسے مزاج ہیں۔''

چھوٹا ہو یا بڑا یا چاہے خواتین ہی کیوں نہ ہوں سب فخر عالم کو عزت دیتے تھے اور فخر عالم کو بھی اگر ان لوگوں سے کوئی شکایت نہیں تھی تو گاہکوں کو بھی فخر عالم سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ فخر عالم صاحب حساب کتاب میں بالکل کھرا تھا۔ بالکل خالص اور اورجنل سامان اپنے اسٹور میں رکھتا تھا۔ اسی لیے زیادہ تر گاہک فخر عالم کی نیک نیتی ایمانداری کی وجہ سے اس کے اسٹور سے چیزیں خریدتے تھے۔

''وعلیکم السلام! الحمدللہ جاوید صاحب آپ سنائیے۔'' فخر عالم نے خوش اخلاقی سے ان سے ہاتھ ملایا تھا۔

''جی اللہ کا احسان ہے۔''

''اچھا فخر صاحب! ہم نے سنا ہے فریدہ خالہ نے اپنے نیچے والا پورشن کرائے پر دے دیا ہے۔''

''سنا تو میں نے بھی ہے مگر زیادہ کچھ علم نہیں ہے۔''

''فریدہ خالہ نے ایک نوجوان چھڑے چھانٹ لڑکے کو کمرہ کرائے پر دیا ہے۔ ارے میں کہتا ہوں کیا

ضرورت تھی اگر کرائے پر دینا ہی تھا گھر تو کسی فیملی والے کو دیتیں اب جانے کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ آج کل تو دہشت گرد لوگوں کا گروپ بھی چوری چھپے اِدھر اُدھر وارداتیں کرتا پھر رہا ہے۔ اب مجھے تو یہ بھی وہم ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ خدانخواستہ یہ لڑکا کہیں سے چوری کر کے آیا ہو یا قتل و خون کا سلسلہ ہو یا کسی گروپ کا لڑکا ہو کوئی واردات کر کے بھاگا ہو اور پولیس سے چھپتا پھر رہا ہو۔ یار فخر صاحب بہت سے ایسے شک و شبہات نے دل و دماغ میں گھر کر لیا ہے۔ آپ بتائیں اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"جاوید صاحب! میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا اور آپ تو جانتے ہیں کہ مجھے محلے کی خبر رکھنے کی کوئی عادت نہیں تھوڑا بہت پتا چل جاتا ہے آپ کے ذریعے۔" فخر عالم نے صاف لاعلمی کا برملا اظہار کر دیا تھا۔

"خبر رکھا کریں فخر صاحب ہمارے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے آس پڑوس میں کون آ جا رہا ہے۔ سب ہمارے علم میں ہونا چاہیے۔"

"میں معذرت خواہ ہوں جاوید صاحب! مگر یہ سب میرے مزاج کے خلاف ہے۔" فخر عالم کو ٹوہ لینے کی عادت سے سخت نفرت تھی۔ وہ تو بس اپنے کام سے کام رکھنے والا بندہ تھا مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ہمارے متوسط طبقے میں یہ ساری باتیں یہ حرکتیں ایک دوسرے کے گھروں میں تانک جھانک کرنا محبوب مشغلہ تھا۔

"اسی اثناء میں جاوید صاحب کا فون بجنے لگا تو وہ چلے گئے۔

رات کو فخر عالم اپنا اسٹور بند کر کے گھر جانے لگا تھا۔ گھر کے قریب پہنچا کہ بلا ارادہ ہی نظر سامنے فریدہ خالہ کے گھر پر پڑی۔ قدم خود بخود فریدہ خالہ کے گھر کی جانب بڑھنے لگے۔ فخر عالم کی ہانک کی آواز پر اندر سے نیلی نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا مگر وہاں تو فخر عالم ندارد۔ سامنے نظر اٹھی تو فخر عالم کو فریدہ خالہ کے کرائے دار کے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ نیلما نے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور پھر اندر واپس سیدہ کے پاس آئی۔

"اماں فخر بھائی فریدہ خالہ کے کرائے دار کے کیوں گئے ہیں؟"

"اچھا پتا نہیں بیٹا، ہوسکتا ہے کوئی کام ہو۔ اچھا تم یوں کرو جلدی سے دستر خوان لگوا تے میں فخر بھی آ جائے گا۔" سیدہ نے ٹیبل سے دستر خوان اٹھا کے نیلما کو تھمایا۔ دس منٹ بعد فخر عالم بھی آ گیا تھا اور دستر خوان بھی لگ چکا تھا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! چلو فخر بیٹا جلدی سے آ جاؤ کھانا گرم ہے۔" نیلما اور سیدہ دونوں دستر خوان پر بیٹھ چکی تھیں۔

"بس میں ہاتھ منہ دھو کر آتا ہوں۔" فخر عالم واش بیسن کی جانب بڑھ گیا۔

"نیلی اچھی سی چائے بناؤ آج سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔" فخر عالم ڈرائنگ روم میں جاتے جاتے بولا تھا۔

"جی بھائی، ابھی بنا دیتی ہوں۔" دستر خوان نیلما نے سمیٹ لیا اتنی دیر میں نیلما نے برتن دھوئے تو چائے بھی تیار ہو گئی تھی۔ وہ تین کپ گرم چائے کے ڈرائنگ روم میں لے آئی تھی۔ ایک ایک کپ فخر عالم اور اماں کو دیا اور اپنا کپ لیے وہ سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ ٹی وی پر کوئی ڈرامہ آ رہا تھا وہی دیکھنے لگی۔

"فخر ابھی تم فریدہ خالہ کے کرائے دار کے گئے تھے۔" سیدہ نے بہت عام سے لب و لہجے میں پوچھا تھا۔

"جی اماں! عرشان نام ہے۔ یہاں اپنی پڑھائی کے سلسلے میں آیا ہے۔ وہ بھی صرف ایک مہینے کے لیے۔



کراچی میں رہتا ہے۔ مجھے تو کوئی خرابی نہیں لگی عرشان میں۔ لوگوں نے جانے کیوں اتنی افواہیں پھیلائی ہوئی ہیں عرشان کے خلاف۔" فخر عالم نے گرم چائے کا ایک سپ لیا۔

"ٹھیک کہتے ہو ماشاء اللہ سے بہت نیک اور سعادت مند بچہ ہے۔ دوپہر کو مجھے دودھ منگوانا تھا میں نے اس بچے سے کہا۔ کہنے لگا آنٹی میں وہیں آگے تک جا رہا ہوں لا دوں گا۔" نیلما کا تو جیسے ایک ایک عضو سماعت بنا ہوا تھا۔ اس کے نیلے جھیل جیسی کانچ پر عرشان کا عکس ابھرا تھا۔

"اس محلے کے لوگ بھی نہ بس ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔" فخر عالم کی چائے ختم ہو چکی تھی۔ خالی کپ اس نے ٹیبل پر رکھا۔

"خیر ہمیں کسی سے کیا لینا دینا عرشان فریدہ خالہ کے جان پہچان کا لڑکا ہے اس لیے اکیلا اسے رکھا ہے۔ مگر اس کے جانے کے بعد وہ کسی فیملی کو ہی رکھیں گی۔"

"ہاں مجھے بھی یہی بتا رہی تھیں فریدہ خالہ۔"

"اور تم سناؤ نیلی پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟" فخر عالم نے اچانک ہی سوال کیا تھا کہ وہ گھبرا کے رہ گئی تھی۔

"جج...... جی فخر بھائی اچھی چل رہی ہے۔"

"گڈ! فرسٹ ایئر کی طرح فائنل میں بھی مجھے تمہارا گریڈ اے ون ہی چاہیے۔" نہایت سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا۔

"کیوں نہیں انشاء اللہ میری بچی اتنی محنت کرتی ہے تو صلہ تو ملے گا ہی نا۔" سیدہ نے جانثار نظروں سے نیلما کو دیکھا۔

"ہوں...... اچھا اماں آج میں بہت تھک گیا ہوں سونے جا رہا ہوں، شب بخیر۔"

"شب بخیر بیٹا!" سیدہ نے فخر عالم کو مسکراتی ہوئی اور نظر اتارتی نظروں سے دیکھا۔

"نیلی بیٹا!"

"جی اماں!"

"جاؤ جا کر تیل لے آؤ میں تمہارے سر میں تیل ڈال دوں گی۔"

"جی اچھا۔" وہ اپنی خالی پیالی اور فخر عالم، سیدہ کی خالی پیالی اٹھائے کچن میں چلی آئی۔

☆......☆

ستارا اپنی دیوار سے لگی لکڑی کی سیڑھی پر چڑھتی ہوئی سیدہ کے گھر میں جھانکنے لگی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا فخر عالم کہیں نہیں تھا جس کا مطلب تھا وہ اپنے کمرے میں سو گیا ہے۔ نظر صحن پر پڑی جہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ چادر کو خود کو پورا اوڑھا ہے وہ سو رہا تھا ہونہ ہو یہ یقیناً نیلی ہی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ رات کو اس کا انتظار کرے گی۔ دیوار پھلانگ کر آ جائے اور ستارا کو راجہ کے بارے میں کچھ خاص بھی بتانا تھا۔

"نیلی نیلی!" ستارا نے بہت آہستہ آواز میں اس کو پکارنا شروع کیا مگر وہ بھی شاید سارے گھوڑوں کا اصطبل بیچ کر سوئی تھی۔ اتنا پکارنے پر بھی نیلی ٹس سے مس نہ ہوئی ستارا کو غصہ آ گیا۔ اس نے سوچ لیا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے۔ ستارا نے دیوار پر چڑھ کر جو چھلانگ پلنگ پر لگائی تو سیدھا نیلی کے اوپر ہی گری تھی۔

"یا وحشت......!" فخر عالم نے چادر ہٹائی اپنے چہرے سے تو اپنے اوپر ستارا کو پایا اور جو ستارا نے فخر عالم کو دیکھا تو اس کا سانس رک گیا اب تو قیامت کا وقت تھا۔ اس نے چھلانگ بھی لگائی تو کس پر۔ چہرے پر

ڈر و خوف کے سائے تیزی سے منڈلانے لگے تھے۔ ستاروں کی روشنیوں سے بھری آنکھوں میں اپنی موت نظر آنے لگی۔

''فخر بھائی!'' سوکھے ہونٹوں پر کپکپی سی تھی مگر مقابل بھی کون تھا فخر عالم وہ خاموشی سے بس اس کو گھور رہا تھا۔ ستارا کو ایسا لگا جیسے ابھی ثابت سالم ہی نگل جائے گا۔ بہت ساری ہمت مجتمع کر کے وہ فخر کے اوپر سے اٹھنے لگی تھی کہ چادر پر ایک بار پیر اٹکا تو وہ دوبارہ سے وہ اس کے وسیع سینے پر گری تھی۔

''سو...... سو...... ری...... فخر بھائی! وہ میں...... میں نیلی سے ملنے......'' حلق سے گویا دل باہر نکلنے کو تھا۔ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں وہ اپنے آنے کا مقصد بتانے لگی تھی۔

''ایک منٹ۔'' وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو فخر عالم نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا اور نہایت احتیاط سے وہ نرم وجود خود سے الگ کیا۔

ستارا نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اندھا دھند اندر نیلی کے کمرے میں بھاگی تھی۔ دل خوف سے بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد فخر عالم کے عنابی گداز لبوں پر مسکراہٹ کی ایک تحریر رقم ہونے لگی تھی۔ دل کا اس طرح دھڑکنا کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔ آنکھوں کی پتلیوں پر اس کا خوف زدہ چہرہ گویا چپک کر رہ گیا تھا کہ اچانک ہی اس کی مسکراتی نظر فرش پر مڑے تڑے سفید سے کاغذ پر پڑی۔ فخر عالم نے جھک کر وہ کاغذ اٹھالیا، اسے کھولا تو خوشبو جو ناک کے نتھنوں تک پہنچی تو دماغ پر لگی۔ اس سفید کاغذ پر لکھی تحریر کو جو پڑھنا شروع کیا تو آنکھوں کے سرخ ڈورے بہت واضح ہونے لگے تھے۔

''نیلی......'' ستارا بھاگتی ہوئی جھٹ سے نیلما کے گلے سے لگی تھی۔ ستارا کے یوں گلے سے لگنے پر نیلی پریشان ہوگئی۔

''ستارا کیا ہوا سب خیریت تو ہے نا؟ میں کب سے تمہارا ویٹ کر رہی ہوں۔ ارے اب کچھ بولے گی بھی یا یوں ہی گلے لگے سسکیاں لیتی رہے گی۔''

''مت پوچھ نیلی آج میں نے بہت قریب سے اپنی موت دیکھی ہے۔'' اس کی نظروں میں فخر عالم کا سنجیدہ چہرہ ایک بار پھر گھوم گیا تھا۔

''کیوں ایسا کیا دیکھ لیا۔'' نیلما نے اسے اپنے سے الگ کرتے ہوئے اس کے گھبرائے چہرے کو دیکھا تھا اور پھر اس نے خود پر بیتی روداد اس کو سنا دی جسے سن کر جہاں نیلما کو ہنسی تو آئی بہت مگر پھر فکر مند ہوتے ہوئے بولی۔

''خود تو ڈانٹ کھانا سو کھانا مجھے بھی پھنسوائے گی۔ اب دیکھنا صبح کتنا بڑا لیکچر دیں گے بھائی، ان کو سب پتا چل جائے گا کہ رات کو دونوں اس طرح ایک دوسرے کی دیوار پھلانگتی ہیں۔''

''ہاں مگر ابھی تو سوچ ابھی میں کیا کروں۔ میں تو نہیں جا رہی باہر۔'' ستارا نے ڈرتے ہوئے کہا اور نیلما کے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

''تو ٹھیک ہے آج ہم دونوں جاگ کر خوب ساری باتیں کریں گے۔'' نیلما بھی خوش ہوتی اس کے برابر میں آبیٹھی۔

''صبح کی صبح دیکھی جائے گی۔'' مگر صبح کا سورج دونوں کے لیے خوب گرم ثابت ہوا۔ فرخندہ اور سیدہ نے اچھی خاصی کلاس لی تھی دونوں کی، ستارا اور نیلما دونوں ہی سر کو جھکائے ڈانٹ سنتی رہیں مگر جو سب سے حیران



کن بات تھی وہ یہ کہ فخر عالم کرسی پر بیٹھا بالکل خاموش تھا ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ بلکہ ناشتہ کر کے اسٹور چلا گیا۔ آج ان دونوں کا کالج جانا بھی کینسل ہو گیا تھا۔ سارا دن دونوں نے ایک ساتھ گزارا تھا۔ فرخندہ بھی سیدہ کے گھر پر ہی رہی تھیں۔

''پتہ نہیں کب عقل آئے گی دونوں کو۔'' فرخندہ نے ستارا اور نیلما کو دیکھا جو باورچی خانے میں گھسی بکروٹی بنا رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ ہنسی مذاق بھی جاری تھا۔

''مجھے تو ستارا کی زیادہ فکر ہے۔ نیلما سے زیادہ بچپنا کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے۔''

''ارے فرخندہ! پریشان مت ہو نہ ہی فکر مند جب اپنی عملی زندگی میں قدم رکھیں گی تو خود ہی عقل آجائے گی۔'' سیدہ نے پیار بھری نظروں سے اپنی آنگن کی ان دو چہکتی چڑیوں کو دیکھا۔

☆......☆

''ستارا ایک بار پھر سوچ لے کہ کہیں ہم دونوں کسی مشکل میں نہ پڑ جائیں۔'' نیلما نے ستارا کو خوف زدہ نظروں سے دیکھا تھا۔ چہرے پر ہزار ڈر و خوف کے رنگ منڈلا رہے تھے۔

''میں نے بہت سوچ سمجھ کے فیصلہ کیا ہے نیلی میں واقعی راحیہ کے بغیر مر جاؤں گی اس نے کہا تھا کہ اس نے اپنا رشتہ بھیجا تھا مگر اماں نے منع کر دیا بلکہ سختی سے ان لوگوں کو بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا تھا۔''

''وہ سب تو ٹھیک ہے۔ ستارا لیکن اس مسئلے کو ایک بار پھر بیٹھ کے سنجیدگی سے حل کیا جا سکتا ہے ہو سکتا ہے خالہ کی کوئی راہ نکل آئے گھر سے بھاگنا کیا یہ ٹھیک رہے گا۔'' نیلما کے دل و دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں زور و شور سے بج رہی تھیں۔ چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کچھ بہت غلط ہونے والا ہے، بہت برا ہونے والا ہے۔

''نیلی اب تو جا...... راحیہ دور ہا۔'' ستارا نے دور سے ہی راحیہ کو دیکھ لیا تھا جو اس کو دیکھ کر ہاتھ ہلا رہا تھا۔

''ستارا ایک بار پھر سوچ لے۔'' ہاتھ ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا جو کہ نیلما نے ایک بار پھر تھام لیا۔

''اب سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفلوج ہو چکی ہیں نیلی، اللہ حافظ۔'' اور پھر نیلما سے ہاتھ چھڑایا اور راحیہ کی طرف بڑھ گئی۔ نیلی نے ایک آخری نظر ستارا کو دیکھا اور پھر دل کو سنبھالتی واپس قدموں کو موڑ گئی اسے شدت سے ایک بات کا احساس جاگا تھا کہ جو ہوا ہے غلط ہوا ہے اور اگر اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو وہ شاید پتھر کی بن جائے گی۔

ستارا اور نیلما کالج سے جلدی نکل گئی تھیں۔ ستارا نے اپنی دوستی اور محبت کے واسطے دے کر اس کو زیر کرلیا تھا مگر گلی کے کونے پر آ کر اس کو یہ احساس بھی جاگا کہ فرخندہ خالہ کو کیا جواب دے گی۔ گھبراہٹ کے مارے وہ پوری پسینے میں شرابور ہو رہی تھی۔ ایک تو آج سورج بھی پوری آب و تاب سے ہر سو تپش بکھیر رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوا کہ ہر کوئی اسی کو دیکھ رہا ہے۔ پیچھے کچھ قدموں کی آواز پر اس کا دل مزید سہمے جا رہا تھا۔ اپنے دروازے پر ایک دو عورتیں بھی کھڑی تھیں۔ جن کی نظر اسی پر تھی۔ جن سے وہ جلد از جلد بھاگ جانا چاہتی تھی۔ چھپ جانا چاہتی تھی مگر جب بدقسمتی دروازے پر کھڑی ہو تو ساری خوش قسمتی خوش نصیبی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اس کے گھر کے دروازے پر بڑا سا تالا لگا اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ اس پر زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ اب کہاں جائے وہ فرخندہ خالہ کے جاتی ہے تو ایک ہزار سوال اس کو کٹہرے میں کھڑا کر دیں گے۔ جائے پناہ کی کوئی تو جگہ ہو...... پیچھے پلٹ کر اگر دیکھے گی تو مر جائے گی۔ اچانک اس کی نظر فریدہ خالہ کے گھر کی جانب گئی۔ کرائے دار کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر وہ تیزی سے

عرشان کے پورشن میں گھس گئی۔
''ارے یہ تو نیلی تھی نا سیدہ بہن کی بیٹی۔''
''یہ تو فخر بھائی کی بہن ہے مگر یہ اس کرائے دار کے گھر میں کیوں گئی ہے اور یہاں تو کوئی لیڈیز بھی نہیں رہتی۔'' گلی میں بہت سے لوگوں نے یہ منظر دیکھا تھا۔ اپنے اپنے دروازے پر کھڑی خواتین تو انگشت بدنداں ہوکر رہ گئیں تو پیچھے کچھ مرد حضرات حیرانگی کا پیکر بنے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔
''اچھا تو سیدہ بہن کے گھر میں تالا لگا ہے جبھی تو نیلما نے فائدہ اٹھالیا۔ چلو بھئی جلدی چلو کہیں کوئی غلطی نہ کرلیں دونوں۔'' ایک مجمع لگ چکا تھا۔ مرد اور محلے کی خواتین، عرشان کے دروازے پر اکٹھا ہو چکے تھے۔
''ارے حمیرا او ہاں دیکھ فخر عالم تیرے بیٹے راجہ کو کیسے مارتا ہوا لا رہا ہے۔'' محلے کی خواتین انجوائے منٹ سمجھ کر فریدہ خالہ کے گھر کے پاس اکٹھا تھیں۔ انہی میں سے ایک عورت نے زور سے بولتے ہوئے کہا تھا۔ حمیرا اپنے لخت جگر کو اس طرح پٹتا دیکھ کر سینے پر ہاتھ مارتی تیزی سے بھاگی۔
''یہ کیا کر رہے ہو تم کیوں اس طرح میرے بیٹے کو مار رہے ہو۔'' حمیرا نے فخر عالم کے شکنجے سے راجہ کو چیل کی طرح جھپٹا تھا اور خود سے چمٹا لیا تھا۔ اس کے منہ سے اور ناک سے خون کی لکیر بہہ رہی تھی۔
''پوچھیے اپنے سپوت سے کہ ستارا کو کہاں لے کر بھاگ رہا تھا۔'' فخر عالم کے چہرے پر زمانے بھر کا غصہ تھا۔ حمیرا نے راجہ کو پھر فخر عالم کے پیچھے مجرموں کی طرح سر کو جھکائے روتی ہوئی ستارا کو دیکھا جس نے بڑی سی چادر میں خود کو چھپا رکھا تھا۔
''ارے اتنے ہی خدائی فوجدار بنے پھرتے ہو ذرا خود اپنے گھر میں بھی جھانک کے دیکھو تمہاری بہن اس چلچلاتی دھوپ میں اپنے ماں بھائی کی آنکھ میں دھول جھونک کر فریدہ خالہ کے کرائے دار کے گھر میں اکیلی کیا کر رہی ہے۔'' حمیرا سے اپنے لخت جگر کا بہتا خون ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ گویا وہ زخمی شیرنی بن گئی تھی۔ جیسے کسی نے اس کو انگاروں پر گھسیٹ لیا ہو۔
''اور وہ لڑکا گھر میں اکیلا رہتا ہے اور میرا بیٹا بھلا کیوں لے کر بھاگے گا، اسی ستارا کی بچی نے بہلایا پھسلایا ہوگا۔ بھلا میرا معصوم بچہ کیوں ایسی بے ہودہ حرکتیں کرنے لگا۔''
''اماں تم ٹھیک کہتی ہو ستارا نے ہی مجھے کہا تھا کہ آؤ بھاگ چلیں۔'' راجہ نے صاف اپنا دامن بچایا تھا۔ فخر عالم نے نہایت گھور کر دیکھا تھا۔ وہ ہاتھ بڑھانے لگا کہ اس کا گریبان پکڑ کے زمین پر پٹخ پٹخ کر مارے مگر حمیرا نے اس کو پیچھے کرلیا۔
محلے والوں کے ہاتھ گویا ایک مزے دار سا موضوع گفتگو لگ گیا ایک تماشہ شور شرابہ۔

☆......☆

''سیدہ دیکھ یہ دوپٹہ کتنا خوب صورت ہے نا اس پر گوٹے اور کرن کا سارا کام میں نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے۔'' فرخندہ نے آرگنزا انشو کا پورا دوپٹہ پھیلایا۔
''ایسا ہی ایک سرخ دوپٹہ میں نے نیلی کے لیے بھی بنایا ہے۔''
''فرخندہ ماشاء اللہ بہت خوب صورت لگ رہا ہے۔ میں بہت جلد ستارا کو لے جاؤں گی بس یہ انٹر کا امتحان دے لے تو گھر میں شادیانے کی ڈھولکی رکھوں گی۔'' سیدہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ارے فرخندہ یہ گلی میں اتنا شور شرابہ کیسا ہے۔'' اچانک ہی جب شور شرابہ چیخ و پکار مچی تو دونوں کھڑی



ہوگئیں۔
''ہاں سیدہ اللہ رحم کرے چلو آؤ دیکھتے ہیں۔''
جب دروازے پر دونوں آئیں تو پوری گلی مرد عورتوں سے بھری پڑی تھی۔ فرخندہ کی نظر ستارا پر پڑی ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو وہ تیزی سے اس کے پاس آئیں۔ فخر عالم حمیرا سے کیوں اس قدر اونچی آواز میں بات کر رہا تھا۔ کچھ پلے نہیں پڑ رہا تھا۔ سیدہ بھی فرخندہ کے پیچھے جانے لگی تھیں کہ محلے کی ایک اور عورت سیدہ کا ہاتھ پکڑے گھسیٹتی ہوئی فریدہ خالہ کے دروازے پر لے آئی تھی۔ نیلما کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے وہ اپنی جان بچانے کے خاطر آ تو گئی لیکن جائے کہاں......! وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جہاں ایک پلنگ اور کرسی میز کے علاوہ کچھ نہیں رکھا تھا۔ ایک سفری بیگ تھا جو پیک تھا۔ میز پر کچھ کتابیں رجسٹر قلم وغیرہ رکھے تھے۔ پلنگ پر پرپل کلر کی شرٹ رکھی تھی۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آئی جس کا مطلب تھا کہ ان سب سامان کا مالک باتھ روم میں نہا رہا تھا۔ نیلما ایک سائیڈ دیوار سے جا لگی گلی میں چہل پہل ہو رہی تھی۔ سوچا یہ چہل پہل کم ہو تو وہ یہاں سے نکل جائے گی۔ کوئی پندرہ منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے۔ اس کو یہاں کھڑے، گلی میں شور شرابہ چہل پہل کم کیا ہوتی مزید سے مزید چیخ پکار بڑھ ہی گیا تھا۔ نیلما کا تو دل ہی بیٹھا جا رہا تھا۔ ہاتھ ٹھنڈے ہو گئے تو دونوں پاؤں شل ہونے کے ساتھ ساتھ کپکپا بھی رہے تھے۔ دل تو جیسے ابھی پسلیوں سے نکل کر باہر آ جائے گا۔ نیلے جھیل آبشار کی طرح بہنے لگے تھے یہ احساس جلد ہی ہو گیا کہ وہ اب پھنس چکی ہے۔
''یا میرے رب میری مدد کر۔'' نیلما نے سر چھت کی طرف اٹھا کے رب سے مدد طلب کی۔ اسی اثناء میں عرشان بھی باتھ روم سے نکل کر باہر آ گیا تھا۔ گلی میں جب اس قدر چیخ و پکار ہوئی تو عرشان کے کان میں بھی پڑی مگر وہ کندھے اچکا کر رہ گیا مگر جب نہا دھو کر باہر نکلا تو صحیح معنوں میں الجھ کر رہ گیا بالکل سامنے ہی دیوار سے لگی اس انجان سی لڑکی کو دیکھا جو زار و قطار رو رہی تھی۔
''ایکسکیوز می۔'' عرشان کی سنجیدہ آواز پر نیلما نے نظر اٹھا کے دیکھا تو جیسے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ عرشان نے بلیک جینز کے علاوہ اپنے کسرتی وجود پر اور کچھ نہیں ڈالا ہوا تھا۔ نہانے کی وجہ سے بالوں سے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ عرشان نے وہ سارے گیلے بال دونوں ہاتھوں سے پیچھے کیے تھے۔
''کیا میں جان سکتا ہوں آپ کون ہیں اور یہاں میرے روم میں کیا کر رہی ہیں؟'' عرشان کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔
''نیلی......!''
اچانک ہی سیدہ اور فریدہ خالہ اندر داخل ہوئی تھیں۔ نیلما نے سیدہ کا چہرہ دیکھا تو بھاگ کر ان کے گلے سے لگی اور سینے سے لگ کر بلک بلک کر رو دی تھی۔
''عرشان یہ سب کیا ہے؟''
''فریدہ خالہ نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھا اور ان نظروں میں جو لاتعداد سوالات تھے۔ عرشان صحیح معنوں میں چکرا کے رہ گیا تھا۔ وہ کوئی ٹین ایجر لڑکا تو نہیں تھا کہ فریدہ خالہ کی آنکھوں کے سوالات اور سیدہ کے چہرے پر لکھی تحریر اور سب سے بڑھ کر سیدہ کے سینے میں چھپی روتی بلکتی نیلی کا رونا نہیں سمجھ سکتا۔ کیا مطلب لے وہ اس بات کا، کیا نیلما نے جان کر اس کو پھنسایا ہے یا بات اور کچھ ہے۔

سیدہ، نیلما کو خود سے لگائے عرشان کے گھر سے باہر نکلی تھیں مگر فریدہ خالہ، عرشان کو چھوڑنے والی نہیں تھیں۔

"تمہارے بارے میں میرے بیٹے حمزہ نے سب کچھ بتایا ہوا ہے کراچی میں میرا بھتیجا بھی فون پر تمہارے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہے۔ تمہارے کردار کے بارے میں مجھے رتی بھر شک و شبہ نہیں مگر یہ جو سب نظریں دیکھ رہی ہیں ان میں کیا سچائی ہے وہ سب تم مجھے سچ سچ بتانا کیونکہ نیلما اور اس کے گھر والوں سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ لوگ ایک شریف اور عزت دار سلجھے ہوئے لوگ ہیں۔ نیلما کو میں اپنی بیٹی کی طرح ہی سمجھتی ہوں میں نے کبھی اس کے کردار میں کوئی جھول کوئی خرابی نہیں دیکھی۔ وہ بچی میرے سامنے کی بچی ہے۔"

"پلیز آنٹی آپ نے جو دیکھا، جو سمجھا وہ سب ایک غلط فہمی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان میں کوئی حقیقت کوئی سچائی نہیں ہے۔ میں خود نہیں جانتا یہ سب کیا ہے۔"

رش ختم ہو چکا تھا اب اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے مگر کچھ عورتیں حمیرا کے گھر میں اکٹھی ہو گئی تھیں اور خوب مرچ مسالہ لے کر چٹخارہ لے رہی تھیں۔ مزہ لے رہی تھیں سب کی زبانوں پر دو نام تھے۔ "نیلما اور ستارا" یہ ٹاپک تو جانے کتنا عرصہ چلے، کئی دنوں تک لوگ اس واقعے کو دہرائیں گے۔ جب تک اور کوئی ٹاپک اور کوئی واقعہ رونما نہیں ہو جاتا۔

"چٹاخ......!" نہایت زور سے فخر عالم نے نیلما کے منہ پر تھپڑ مارا تھا کہ وہ نیچے فرش پر گر پڑی۔

"فخر اصل بات کیا ہے وہ بتاؤ یقین کرو ذرا برابر اس کا قصور ہوا تو میں خود تمہارے سامنے اس کا گلا گھونٹ کے مار دوں گی یا زہر دے کر مار دوں گی۔ زندہ در گور کر دوں گی۔" سیدہ نے طیش میں فرش پر پڑی نیلما کو گھورا تھا۔

"یہ دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دے رہی تھیں۔ آج اگر میں بروقت ریلوے اسٹیشن نہ پہنچتا تو راجہ ستارا کو لے کر نہ جانے کہاں لے جا چکا ہوتا۔ راجہ کوئی شریف قسم کا لڑکا نہیں ہے ایک آوارہ صفت قسم کا لڑکا ہے جو کچھ وہ ستارا کے ساتھ کرتا وہ مجھے بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے اس سے آگے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا ستارا کے لیے۔" فخر عالم نے فرخندہ کے برابر میں بیٹھی روتی سسکتی سر کو جھکائے ستارا کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"فخر بیٹا!! اگر تم اس کو وہیں چلتی ٹرین کے آگے دھکا بھی دے دیتے تو خدا کی قسم میں اف نہیں کرتی تم نے بہت غلط کیا اس کو یہاں میرے پاس واپس لا کر۔" فرخندہ نے آنسو بھری آنکھوں سے فخر عالم کو دیکھا۔ "کاش کے یہ پیدا ہوتے ہی مرجاتی محلے میں اتنی بدنامی اتنی بے عزتی تو نہ اٹھانی پڑتی سر تو دور، نظر اٹھا کر چلنے کے قابل تک نہیں رکھا ان دونوں نے۔" فرخندہ، سیدہ ایک دوسرے کا سہارا تھیں۔ دونوں ہی اس بے عزتی پر تڑپ کر رہ گئیں۔ فخر عالم نے سرد سانس لیا اور ستارا نیلما کو گھورتے ہوئے اندر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆......☆

عرشان کے پاس دوسرے دن فرخندہ، سیدہ اور فریدہ خالہ چلی آئیں۔

عرشان جو اپنا بیگ پیک کر چکا تھا اس کو آئے پورا ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ اس کے پیپرز ختم ہو گئے تھے۔ اب کراچی اپنے گھر جانے کی تیاری تھی۔ بیگ کی زپ بند کیے وہ سفری بیگ اٹھائے باہر نکلنے لگا تھا کہ ان تینوں کو اچانک گھر میں آتا دیکھ کر وہ نہ سمجھی کے عالم میں دیکھنے لگا۔



"بیٹا عرشان یہ سیدہ ہے نیلی کی امی۔" فریدہ خالہ نے تعارف کرایا اور پھر اپنے یہاں آنے کا مدعا بھی پیش کیا۔

"جی......" وہ ششدر رہ گیا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے فریدہ آنٹی آپ جانتی ہیں اس میں میرا رتی بھر بھی قصور نہیں ہے۔"

"بیٹا قصور تو ہمارا بھی نہیں ہے مگر پھر بھی ہماری بچی کی ذات پر انگلیاں اٹھائی جا رہی ہیں۔" فرخندہ نے التجائی نظروں سے دیکھا تھا۔

تینوں نے مل کر بہت منت سماجت کی تھی مگر عرشان کسی طور نیلما سے نکاح پر رضامند نہیں تھا۔ بالآخر بہت سوچ بچار کے بعد بہت اللہ رسول کے واسطے دیے ہاتھ جوڑ دیے مگر عرشان کی "نہ" "ہاں" میں نہیں بدلی تھی۔ سیدہ نے اپنے سر پر اوڑھی چادر اتار کے عرشان کے قدموں میں ڈال دی اور خود بھی اس کے قدموں میں بیٹھ گئیں۔

"ارے ارے آنٹی خدا کے لیے ایسا مت کیجیے کیوں مجھے گناہ گار کر رہی ہیں۔ آپ بالکل میری ما کی طرح ہیں میرے لیے قابل عزت و احترام والی ہستی ہیں۔" عرشان نے فوراً سے بیشتر سیدہ کو اٹھایا اور ان کی چادر ان کے اوپر ڈال دی۔

تو پھر اپنی ما کے صدقے ہی میری نیلی کو اپنا لو ورنہ لوگ میری بچی کا جینا حرام کر دیں گے کوئی اس کو اپنی زندگی میں شامل کرنا پسند نہیں کرے گا۔ آپ کو آپ کے چاہنے والے کا واسطہ دیتی ہوں۔ میری نیلی سے نکاح کر لیں اسے اس دوزخ سے نکال کر لے جائیں۔ انجانے اور نادانستگی میں بہت بڑی غلطی نیلی سے سرزد ہو گئی ہے۔"

سیدہ بلک بلک کر رو رہی تھیں، تڑپ رہی تھیں۔ عرشان کا نرم و ملائم دل یہ سب دیکھ نہیں سکا اس سے زیادہ دیر برداشت نہیں ہوا۔ اس نے اپنا سفری بیگ اپنے کندھے اتارا اور فریدہ خالہ کے پاس چلتا ہوا آ گیا۔

"میں اس نکاح کے لیے تیار ہوں۔"

عرشان کی رضامندی جیسے جسم میں ایک نئی روح پھونک گئی تھی۔ کانوں میں خوشی کے شادیانے سے بجنے لگے تھے۔

کوئی ایک گھنٹہ کی کارروائی تھی نیلما، عرشان کے نکاح میں آ گئی تھی۔

"جیتے رہو بیٹا!! آپ نے جو مجھ پر احسان کیا ہے وہ میں مر کر بھی نہیں چکا سکتی۔" سیدہ نے عرشان کو تشکرانہ نظروں سے دیکھا تھا مگر عرشان نے ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ اس کو اب جلد از جلد کراچی پہنچنا تھا۔ اپنے گھر اپنوں کے پاس۔ اس لمحے وہ جتنا پچھتاتا کم تھا۔ اس کا لاہور آنے کا فیصلہ اس کے لیے نہایت بھاری پڑ گیا تھا۔ نیلما عرشان کے ساتھ کراچی جانے کے لیے ٹرین میں سوار ہو رہی تھی کہ تڑپتی ہوئی واپس سیدہ کے گلے سے لگی تھی۔ ان کی جدائی کا درد جسم کے ہر عضو سے عیاں تھا۔ باپ کی طرح چاہنے والا بھائی اس سے سخت ناراض تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ یہ غم یہ درد جانے اور کتنا اٹھانا پڑے۔ جان سے عزیز ہمراز خوشی و غم دکھ سکھ کی ساتھی بہن جیسی دوست اس سے مل نہیں سکی تھی۔ وہ ان سب کے بغیر اکیلی انجان لوگوں میں کیسے رہ پائے گی۔

''بس کرو بیٹا جو ہو گیا اب تمہیں زندگی میں آگے بڑھنا ہے یہ جو کچھ ہوا تم لوگوں کی غلطی کی سزا ہے جو تم لوگوں کے ساتھ ہمیں بھی بھگتنی پڑے گی۔'' فرخندہ نے نیلما کو سیدہ سے الگ کیا۔ عرشان کے چہرے پر بے زاریت تھی۔ نیلی کو اس طرح روتا دیکھ کر وہ شدید کوفت کا شکار ہوا تھا۔

ریل گاڑی نے سائرن دینا شروع کر دیا تھا کہ بس اب چلنے ہی لگی ہے ٹرین......!

''ایک تو یہ محترمہ......'' وہ برا سا منہ بناتے ہوئے اوپر چڑھ گیا تھا۔

''چلیں......!'' دل تو کر رہا تھا کہ پلیز اس بن بلائے مصیبت کو اپنے پاس ہی رکھیں مگر مجبوری آڑے آ گئی۔

''جاؤ...... جاؤ......'' سیدہ نے نیلما کو فرخندہ سے سختی سے الگ کیا اور ٹرین کی طرف ہولے سے دھکا دیا۔

''یہ ہی تمہاری سزا ہے کہ تم اپنوں سے دور رہو ان کی شکل دیکھنے کو ترس جاؤ۔''

''اماں......'' مگر فرخندہ کا ہاتھ تھامے وہ رخ پھیرتی جانے والے راستے کی طرف ہو لیں وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھیں۔

''اماں......'' نیلما نے تڑپ کر ہاتھ آگے بڑھایا وہ آگے بڑھتی کہ عرشان نے اس کی نازک کلائی پکڑی اور اپنی جانب کھینچ لیا مبادا وہ پھر سے سیدہ کی طرف نہ چلی جائے۔

گھر آ کر سیدہ فرخندہ کے گلے سے لگ کر بہت روئیں یہاں تک کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ فخر عالم اپنے روم سے باہر نکلا تھا۔

''میں نے اس گھر کو سیل کر دیا ہے۔ اب ہم یہاں نہیں رہیں گے اور دوسرا یہ کہ میں ستارا سے سادگی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔''

''فخر بیٹا!'' فرط جذبات سے فرخندہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''پلیز فرخندہ خالہ اب کوئی بات مزید نہیں ہوگی اور گھر میں نے بڑا خریدا ہے ہم سب ایک ساتھ مل کر رہیں گے۔'' فخر عالم سنجیدگی سے کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆......☆

حجلہ عروسی میں ستارا فخر عالم کے بیڈ روم میں دلہن بنی بیٹھی تھی۔ شرمندگی کے مارے نظروں کو جھکائے سر کو جھکائے وہ مجرم بنی ہوئی تھی۔ اس دن کے بعد سے آج اس کا سامنا فخر عالم سے ہوگا نہ جانے کیسا برتاؤ ہوگا اس نے تو تصور میں بھی فخر عالم سے شادی کا نہیں سوچا تھا۔

فخر عالم کاٹن کے سفید شلوار کرتے میں ملبوس اندر ہوا۔ اس کی آہٹ اس کی کلون اور پرفیوم کی خوشبو کی آمد پر اس کا دل مزید بری طرح دھڑکا تھا۔ فخر عالم آگے بڑھا اور بیڈ کے پاس کھڑا کافی دیر تک سرخ شرارے میں دلہن بنی سر کو جھکائے ستارا کو دیکھتا رہا۔ کوئی پانچ منٹ تو گزر ہی گئے ہوں گے۔ آخر کار وہ ایک ٹھنڈی سرد سانس کھینچتا اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔ جیب سے کچھ نکالا اور اس کے سامنے کر دیا۔

''یہ تمہاری رونمائی......لو......'' ستارا نے نظر اٹھا کے فخر عالم کا پھیلا ہوا ہاتھ دیکھا۔ چوڑی ہتھیلی پر ایک سفید کلر کا پرچہ سا تھا۔ ستارا نے سوالیہ نظروں سے اس سفید پرچے کو دیکھنے کے بعد ناسمجھی کی کیفیت میں فخر عالم کو دیکھا۔ جس کے سیاہ کانچ میں کچھ تو ایسا تھا کہ ستارا کو اپنا دل کھینچتا ہوا لگا۔

''پکڑو اسے۔'' فخر عالم نے ذرا سختی سے کہا تو ستارا نے وہ کاغذ کپکپاتے ہاتھوں سے اٹھا لیا۔



''اب اس کو کھولو اور پڑھو۔'' وہی سخت انداز۔

ستارا نے جب اس سفید کاغذ کو کھولا تو ایسا لگا کہ اس گھر کی پوری چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔

یہ تو وہی پرچہ بلکہ خط تھا جو رابعہ نے آخری بار اس کو دیا تھا مگر یہ فخر عالم کے پاس کیسے......! وہ جتنا سوچتی اتنا دماغ پھٹنے لگا۔

''میں نے کہا پڑھو اسے۔'' وہ آہستگی سے دھاڑا تھا۔ شیر جیسی دھاڑ اور چنگھاڑ پر ستارا بری طرح سہم کر رہ گئی۔ آنکھوں میں ایک سمندر سا بھرنے لگا تھا۔

''پیار...... پیا...... پیا...... ر...... ر...... ی...... ی...... ست...... را......''

''اسٹاپ اٹ۔'' فخر عالم زور سے چیخا۔

''اس طرح اٹک اٹک کر نہیں اسی طرح پڑھو جس طرح پہلی بار پڑھا تھا۔'' فخر عالم نے غصے سے گھورتے ہوئے شہادت کی انگلی اٹھا کر وارن کیا تھا۔

ستارا خوف زدہ ہو کر مزید خود میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔

''پیاری ستارا...... یہ ظالم سماج ہمیں ملنے نہیں دے گا۔ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ دل و جان سے چاہتا ہوں...... تم اگر نہ ملیں تو میں مر جاؤں گا اور میں جانتا ہوں یہ ہی حال تمہارا بھی ہے۔ تو کیوں ناں ہم بھاگ چلیں۔ اس دنیا سے ان لوگوں سے چھپ کر اپنا نیا جہاں بنائیں گے...... تمہارا چاہنے والا...... رابعہ...... تمہیں بہت جلد بتاؤں گا کہ ہم کب یہاں سے بہت دور سب کو چھوڑ کے چلے جائیں گے...... اپنی رانی کا رابعہ۔'' ڈبڈباتی آنکھوں سمیت کانپتے ہونٹوں سمیت ستارا نے رابعہ کا وہ خط پڑھا تھا۔

سمندر سے بھری آنکھیں اس نے بہت ڈرتے ڈرتے اوپر اٹھائیں تھیں۔ فخر عالم کے چہرے پر زمانے بھر کی سنجیدگی، سختی، نفرت کیا کچھ نہیں تھا اور شاید فخر عالم کا ضبط اس کا صبر جواب دے گیا تھا۔ اس نے ایک زناٹے دار تھپڑ ستارا کے گال پر رسید کیا کہ چار کی چار سرخ انگلیاں اس کے رخسار پر ثبت ہو کر رہ گئی تھیں۔ فخر عالم کا وار سہہ نہیں پائی تھی اور ایک جانب کو لڑکھڑا گئی تھی۔ فخر عالم نے اس کا بازو تھام کر ایک جھٹکے سے اس کو اپنی جانب کھینچا کہ وہ کھنچتی ہوئی اس سے آ لگی تھی۔

''میں نے اپنے جذبے اپنی محبت تمہارے لیے سینت سینت کر رکھے، کبھی اس میں خیانت کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں، کبھی کسی غیر لڑکی کو نظر اٹھا کر دیکھا نہیں کیونکہ میرے دل میری آنکھوں میں صرف اور صرف تمہارا چہرہ تمہارا عکس تھا یہ دل تمہاری محبت سے آباد تھا۔ دل کے ایک کونے میں تمہارے لیے سارے جذبے ساری محبت چھپا کر رکھی تھی کہ آج اس دن سب کچھ تم پر عیاں کروں گا۔ ان آنکھوں میں تمہارے سپنے ہوئے تھے۔ جس کی تعبیر آج کے دن حاصل کرنی تھی...... مگر...... تم نے سب کچھ ختم کر دیا۔ تم نے میری محبت، میرے پاکیزہ جذبوں کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا...... میری آنکھوں سے اپنے پیار کے سپنے بے دردی سے نوچ ڈالے۔ مذاق بنا دیا میرا...... آج لگ رہا ہے جیسے میرا اپنا ضمیر میری محبت مجھ پر ہنس رہی ہے۔ قہقہہ لگا رہی ہے اور ان سب کی وجہ صرف ایک وجود ہے اور وہ ہے تمہارا وجود۔'' بازو پر ان مضبوط انگلیوں کی سختی مزید سخت ہو گئی تھی۔

''نفرت ہو گئی ہے مجھے تم سے تمہارے وجود سے۔ کراہیت آ رہی ہے تمہارے وجود سے گھن محسوس ہو رہی ہے تمہارے اس چہرے سے۔ تم نے میرا اعتبار، اعتماد، بھروسہ، یقین سب چکنا چور کر دیا کرچی کرچی

کر دیا۔'' جتنے جھٹکے سے فخر عالم نے اس کو پکڑ کے کھینچا تھا اپنی جانب اس سے کہیں زیادہ جھٹکے سے فخر عالم نے ستارا کو خود سے الگ کیا تھا کہ بیک کراؤن کی دراز اس کے سر پر لگی تھی کہ وہ کراہ کے رہ گئی مگر اس تکلیف اس درد سے زیادہ تکلیف یہ تکلیف تھی جو فخر عالم کے ہونٹوں کے الفاظ تھے جو اس کے دل پر برچھی بن کر چبھ کر اس کا دل زخم زخم کر گئے تھے۔ فخر عالم نے اس کو کیا سمجھا اور وہ کیا نکلی وہ تو شاید اس کے قدموں کی دھول بھی نہیں تھی۔ اس سے ایسی سنگین غلطی سرزد ہوئی تھی جس کی تلافی یا معافی نہیں تھی صرف اور صرف سزا تھی۔

''اور ایک بات۔'' فخر عالم کھڑا ہو گیا تھا۔ واپس پلٹا اور جھک کر ان ستاروں بھری آنکھوں میں جھانکا جہاں اب نہ وہ پہلے جیسی چمک دمک تھی اور نہ ہی اس کا عکس۔

''تمہاری ایک خوش فہمی تو دور کر دوں رانیہ تمہیں کراچی بھیجنے کے لیے لے جا رہا تھا نہ کہ تمہارے ساتھ گھر بسانے...... تم جیسی بے وقوف لڑکیاں ہی رانیہ جیسے آوارہ بدمعاش لوگوں کو بڑھاوا دیتی ہیں، ان کو شہ دیتی ہیں۔ میں نے اگر تم پر نظر نہ رکھی ہوتی تو آج تم یوں اس سرخ جوڑے میں میرے سامنے میرے بیڈروم میں دلہن بنی نہ ہوتیں بلکہ کسی ہوٹل کے روم میں کسی کا دل بہلا رہی ہوتیں کسی حسن بازار کی زینت بنی پاؤں میں گھنگرو باندھے بگڑے رئیس زادوں کے آگے ناچ کر رقص کر کے ان کو خوش کر رہی ہوتیں۔'' اور پھر فخر عالم رکا نہیں وہاں سے ہٹتا چلا گیا تھا۔

کتنی بڑی گالی دے گیا تھا وہ...... کہ خود اس کو اپنے وجود سے گھن آ رہی تھی۔ اپنے ہی وجود سے غلاظت محسوس ہو رہی تھی۔ یہ جو ہار سنگھار کیا تھا ہاتھوں میں چوڑیاں پاؤں میں پائل ماتھے پر بندیا جھومر گلے میں ہار یہ زیوارات جو اس کے جسم پر سجائے گئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ بہت سے سانپ بچھو زہریلے کیڑے مکوڑے اس کے جسم پر چمٹے ہوئے تھے اس کے مساموں میں رینگ رہے ہوں دیمک کی طرح اس کو نوچ رہے ہوں، کھا رہے ہوں۔

ستارا نے روتے ہوئے ایک ایک زیور خود سے نوچ نوچ کر دور پھینکا۔ وہ کیا سے کیا ہو گئی تھی۔ فخر کی کڑوی سچائی نے اس کو کتنی ہی گہری کھائی میں دفنا دیا تھا۔ اپنی وقعت اپنا مقام اپنی حیثیت اس نے اپنے ہاتھوں سے گنوا دی تھی۔ اپنی عزت و آبرو اپنی نسوانیت پر خود اس نے اپنے ہاتھوں سے داغ لگا دیے تھے۔ فخر عالم نے اس کو اس کی اوقات دکھا دی تھی۔ وہ جگہ دکھا دی تھی جو اس کی تھی۔ دل تو دور فخر عالم نے تو اپنے قدموں میں بھی اس کو جگہ نہیں دی تھی۔ یہ پوری سیاہ رات اس کے نصیب کو بھی سیاہ کرتی چلی گئی تھی۔ وہ پوری رات اس نے ماتم کرتے گزار دی تھی۔

☆......☆

''السلام علیکم!'' عرشان کی یکدم سے آتی آواز پر عائلہ ملک نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔

''عرشان میری جان! عائلہ ملک صوفے سے اٹھیں اور تیزی سے عرشان کی جانب بڑھیں۔

''مما!''

عرشان نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے جس میں عائلہ ملک سما گئیں۔

''کیسے ہو میری جان! کہاں تھے اس طرح بھی بھلا کوئی غائب ہوتا ہے۔ کتنے دن میں نے تڑپ تڑپ کر گزارے ہیں کچھ اندازہ بھی ہے۔''

''آئی نو مما! آئی نو...... بٹ آپ تو جانتی تھیں نا کہ میں سی اے کے پیپر زدوں گا جس کے لیے مجھے ہر



سال میں آپ لوگوں سے دور جانا پڑے گا ورنہ ڈیڈ مجھے زبردستی بزنس میں انوالو کر دیں گے۔'' وہ عائلہ ملک کے بالوں میں بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہاں تو کچھ غلط تھوڑی تھا۔ ہمارا جو کچھ بھی ہے اتنے بڑے پیمانے پر پھیلا بزنس آپ دونوں بھائیوں کا ہی تو ہے۔''

''بٹ مما میرا سی اے کرنا پھر بھی ضروری تھا۔''

''ہاں چاہے اس عرصے میں آپ کی مما کی جان ہی کیوں نہ چلی جاتی۔''

''اللہ نہ کرے مما! آپ کو میری عمر بھی لگ جائے۔'' عرشان نے جلدی عائلہ ملک کے ہونٹوں پر اپنی چوڑی ہتھیلی رکھ دی۔

''مانی چاچو......'' تین سالہ ارمان بھاگتا ہوا عرشان کے پیروں سے لگا تھا۔

''چاچو کی جان!'' عرشان نے اپنے لاڈلے اکلوتے بھتیجے کو گود میں اٹھا لیا تھا اور خوب چٹاچٹ پیار کیا۔

''عرشان......!''

''السلام علیکم ساریہ بھابی۔'' عرشان نے ساریہ کو مسکراتی نظروں سے دیکھا۔

''جیتے رہو جیتے رہو...... تو جناب دیور صاحب گھر سے دور رہنے کا شوق پورا ہو گیا۔'' ساریہ نے پرمزاح انداز میں عرشان کو چھیڑا تھا۔

''جی ساریہ بھابی دونوں شوق پورے ہو گئے۔''

''تو کیسا رہا تجربہ۔''

''گھر سے اپنوں سے دور رہنے میں بہت تکلیف ہے۔ سچ بہت مس کیا آپ سب کو۔'' عرشان کی کاہی عنابی آنکھوں میں گزرے دن کے روز و شب گھوم گئے۔

''تو محترم عرشان ملک فیصلہ بھی تو آپ کا تھا ہم سے دور جانے کا۔'' پیچھے سے شہیر کی آواز ابھری تھی۔

عرشان نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو اس کا بڑا بھائی دوست شہیر کھڑا تھا جس کے چہرے پر عرشان کو دیکھ کر خوشی کے ہزاروں لاکھوں رنگ تھے۔ عرشان نے ارمان کو نیچے اتارا اور آگے بڑھ کر شہیر کے گلے سے لگ گیا۔

''عرشان!'' عائلہ کی پکار پر عرشان شہیر سے الگ ہوا تھا۔

''جی مما!''

''یہ لڑکی کون ہے؟''

''اوہ شٹ!''

عرشان کو جتنا افسوس ہوتا کم تھا۔ اتنی دیر ہو گئی تھی مگر نیلما کا کسی سے تعارف کروانا یاد ہی نہیں رہا اور وہ تو ویسے بھی سوچ چکا تھا۔ ٹرین کے سفر میں کہ کیا کہہ کر نیلما کو گھر والوں سے ملواتا ہے۔

''مما یہ نیلما ہیں۔'' عرشان نے یاد آتی فکر کی بڑی سی چادر میں لپٹی لڑکی کا تعارف کرایا تھا۔ ساریہ اور شہیر کی نظر بھی سر کو قدرے جھکائے نیلما پر تھی۔

''لاہور میں فخر عالم سے میری بہت اچھی جان پہچان یوں کہیے بہت کلوز فرینڈ شپ ہو گئی تھی۔ یہ انہی کی بہن ہیں ایکچولی کسی غلط فہمی کی بنا پر پولیس نے ان کے بھائی فخر عالم کو اریسٹ کر لیا ہے اور جب تک جرم غلط

ثابت نہیں ہو جاتا ان کو جیل میں ہی رہیں گے۔ وہاں لاہور میں فخر عالم کا کوئی اپنا رشتہ دار نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں یہ اکیلی ہیں تو فخر عالم نے ہی مجھ سے بہت ریکویسٹ کی کہ کچھ دنوں تک میں ان کو کراچی اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤں فخر عالم جیسے ہی رہا ہوتے ہیں وہ فوراً سے بیشتر اپنی بہن کو لے جائیں گے۔" جو کچھ اس نے سوچا وہ سب کہہ ڈالا تھا۔ من گھڑت کہانی آرام آرام سے ان لوگوں کے گوش گزار کردی۔

"مما کیا میں نے کچھ غلط کیا؟" عرشان نے عائلہ سے سوال کیا۔

"نہیں میرے چاند تم نے بالکل کچھ غلط نہیں کیا جو کیا نیکی کے لیے کیا۔ مجھے بہت خوشی ہے بلکہ یہ یہاں جب تک چاہے رہ سکتی ہیں۔ ہمیں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" عائلہ ملک کے چہرے پر نیلما کے لیے خاص پسندیدگی کے رنگ تھے۔

"کیوں ساریہ تم کیا کہتی ہو؟" عائلہ ملک نے ساریہ کو دیکھا۔

"مما آپ جو کچھ کہہ رہی ہیں ہمیں قبول ہے۔ اچھا ہے عرشان کی نیکی میں ہم بھی کچھ حصے دار بن جائیں۔" ساریہ نے خوش دلی سے کہتے ہوئے نیلما کو دیکھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" ساریہ نے نیلما کو مخاطب کیا تھا۔

"جی نیلما......!" نیلما نے اپنی نیلی نیلی آنکھیں اوپر کو اٹھائی تھیں۔

"ارے ساریہ یہ بالکل نیلی آنکھوں والی گڑیا نہیں لگ رہی۔" گھنیری پلکوں کی باڑ اٹھائے گرانے پر وہ بالکل کانچ کی نیلی آنکھوں والی ڈول ہی لگ رہی تھی۔ جس کا عائلہ ملک نے بلا جھجک اعتراف کر دیا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ مما۔" ساریہ نے بھی مسکرا کے نیلما کو دیکھا تھا۔

"یار آپ کو کچھ اندازہ ہے میں یہاں کتنی دیر سے کھڑا ہوں۔" عرشان نیلی آنکھوں والی ڈول کے ٹاپک سے اب بور ہونے لگا تھا۔ بلکہ شدید کوفت کا شکار ہونے لگا تھا۔ وہ جلد از جلد اپنے فیورٹ بیڈ روم میں جانا چاہتا تھا۔

"ہاں یار کافی ٹائم ہو گیا تم یوں کرو اپنے بیڈ روم میں جا کر آرام کرو رات کے ڈنر میں ڈیڈ و سمیت ملاقات ہوگی۔" شہیر نے عرشان کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا۔

"ساریہ یوں کرو میرے برابر والا جو روم ہے وہ کھلوا دو وہاں نیلما رہ لیں گی۔"

"جی مما! میں ابھی نوری سے کہہ کر تھوڑی بہت صفائی کروا دیتی ہوں۔" ساریہ مسکراتی ہوئی نوری کو بلانے چلی گئی۔

"آؤ بیٹا! تم یہاں آؤ جب تک میرے ساتھ......!" عائلہ ملک نے نیلما کی موٹی گلابی کلائی تھامی اور اپنے ساتھ ہال میں لے آئیں۔

☆......☆

صبح معمول سے ہٹ کر تھی۔ گھر میں خاموشی سناٹے کا ہر طرف راج تھا اور یہ ہی خاموشی اور سناٹا ستارا کے اندر گھر کر چکا تھا جس سے شاید مرنے کے بعد ہی چھٹکارا مل سکتا تھا۔ پرانا محلہ پرانا گھر بے شک وہ لوگ چھوڑ چکے تھے مگر وہ تکلیف دہ باتیں وہ کاٹ دار زہریلی نظریں وہ دل میں تیر کی طرح پیوست یادیں ہمیشہ اس کا پیچھا کرتی رہیں گی۔

پوری رات تو ویسے بھی اس نے روتے جاگتے گزار دی تھی۔ آنکھ بھی لگی تو جب اللہ رب العزت سے اپنے

گناہوں کی معافی کا وقت جاگا تھا۔ صبح فجر کی اذانوں میں اس کی آنکھ لگی تھی۔ اس وقت بھی صبح ساڑھے دس بجے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں ایک طائرانہ نظر ڈالی تو کمرہ خالی اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ فخر عالم بیڈ روم میں نہیں تھا۔ شاید وہ اسٹور جا چکا تھا۔ وہ کمرے سے باہر آئی۔ سامنے ہی تخت پر سیدہ اور فرخندہ بیٹھی مٹر چھیل رہی تھیں۔

"السلام علیکم!" ستارا نے آہستگی سے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام جیتی رہو خوش رہو صدا سہاگن رہو۔" سیدہ نے مٹر چھوڑے اور اٹھ کر ستارا کو گلے سے لگا کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔ جب کہ فرخندہ نے بری طرح اس کو نظر انداز کیا اور اٹھ کر وہاں سے اندر اپنے کمرے میں چلی آئیں۔ یہ منظر ستارا کی ستارا جیسی آنکھوں میں دکھ کے آنسو بھر گیا تھا۔ اپنی ذات مزید زمین کی گہرائیوں میں دھنستی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ دل خون کے آنسو رونے لگا تھا۔ ستارا کی نظروں کے ارتکاز پہ سیدہ نے بھی دیکھا تھا۔ تخت پر اب وہاں فرخندہ نہیں تھیں۔ جس کا مطلب وہ ستارا کو دیکھتے ہی اندر چلی گئی تھیں ان کی ناراضی بھی اپنی جگہ درست تھی مگر سیدہ نے بہت سمجھایا فرخندہ کسی طور ستارا کو معاف کرنے کے حق میں نہیں تھیں۔

"فکر مت کرو انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا بہت جلد..... تمہاری امی ابھی تم سے ناراض ہیں۔ غصے میں ہیں مگر بہت جلد سب بھول بھال کے تمہیں گلے سے لگا لیں گی۔ ماں اپنی اولاد سے زیادہ دن تک ناراض نہیں رہ سکتی۔ وقتی غصہ ہے تم زیادہ پریشان مت ہو۔" سیدہ نے بہت پیار سے ستارا کو سمجھاتے ہوئے ایک بار پھر اس کی پیشانی پر پیار کیا تھا۔

"امی مجھ سے جائز ناراض ہیں۔ سیدہ خالہ میں نے غلطی نہیں بہت بڑا گناہ کیا ہے ان کا اعتبار توڑا ہے ان کے بھروسے ان کے اعتماد کا قتل کیا ہے۔ مجھے سزا ملنی چاہیے۔" ان ستاروں بھری آنکھوں سے چند موتی ٹوٹ کر رخسار پر بکھرتے چلے گئے تھے۔

"دعا کرو میری جان! اچھا یہ بتاؤ رات فخر نے تو کچھ نہیں کہا۔" سیدہ ایک ماں تھیں انہوں نے ستارا کے چہرے پر بہت کچھ کھوج لیا تھا۔ ایک رات کی دلہن کے چہرے سے وہ قوس وقزح کے ساتوں چمکتے دمکتے رنگ مفقود تھے جو ہونے چاہئیں بلکہ ستارا کا بایاں رخسار کچھ سرخ ہو رہا تھا۔ جسے ستارا نے بڑی مہارت سے میک اپ سے چھپا لیا تھا۔

"ستارا.....!"

"ج..... جی.....!" ستارا بری طرح چونک کر رہ گئی۔ اس کی سوچوں کے سارے دھاگے رات کی کہانی میں الجھ چکے تھے۔ فخر عالم کا تھپڑ اتنی زور سے نہیں لگا تھا جتنا اس کے لفظوں نے اس کا وجود چھلنی کر دیا تھا۔ اس کی روح پر ایسی ضرب لگائی کہ مرنے کے بعد قبر میں بھی بے سکونی رہے گی۔ سوچوں کا تسلسل جانے اور کتنی گہرائی تک پہنچتا کہ سیدہ کی آواز نے حال کی دنیا میں کھینچ لیا۔

"کیا بات ہے چہرے پر یہ اداسی کیوں ہے۔ آنکھوں میں یہ ویرانی کیوں ہے..... مجھے اپنی ستارا پہلے والی چاہیے ویسی ہی ہنستی کھلکھلاتی رونق بکھیرتی آنکھوں میں ستاروں کی مانند روشنی چھلکاتی۔"

"آپ کو نیلی یاد نہیں آتی؟" ستارا کے اچانک پوچھے گئے سوال پر سیدہ خاموش ہو کر رہ گئیں۔ حالانکہ اس نے تو کوئی غلطی بھی نہیں کی تھی۔ کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی قصوروار ٹھہرائی گئی۔ پھر اتنی بڑی سزا کیوں ملی اسے..... سیدہ خالہ یہ میری لگائی ہوئی آگ تھی جس میں نیلی بیچاری بھی لپیٹ میں آ گئی میں تو آپ لوگوں کی نظروں کے سامنے ہوں مگر نیلی کو جدائی کی یہ کٹھن سزا کیوں دی گئی کیوں اپنے آپ سے دور کر دیا۔" سیدہ نے اب بھی کچھ نہیں کہا سوائے خاموشی سے دیکھنے کے۔

"دیکھو گیارہ بج گئے ہیں میں تمہارے لیے ناشتہ بنا کے لاتی ہوں۔" سیدہ مکمل طور پر اس کی باتوں کو نظر انداز کیے کچن کی جانب بڑھ گئیں۔

"سیدہ خالہ یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔" ستارا نے سیدہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سیدہ نے پیچھے پلٹ کر اپنا ہاتھ ستارا کے ہاتھ میں دیکھا پھر ستارا کو دیکھنے لگیں۔

"تم بیٹھو میں ناشتہ لا رہی ہوں۔" سیدہ نے ستارا کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے آرام سے ہٹایا اور آگے گئیں۔ ستارا نے نہایت دکھ سے جاتی ہوئی سیدہ کو دیکھا۔

☆......☆

"ٹھک ٹھک ٹھک۔" دروازے پر ہولے سے دستک دی گئی تھی۔ "اگر جناب کی اجازت ہو تو کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔" عرشان جو لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا۔ کالی مہندی آنکھوں کو لیپ ٹاپ کی اسکرین سے ہٹا کر دروازے کی جانب دیکھا۔

"او ہائے رخسار اندر آؤ نا۔" عرشان نے لیپ ٹاپ آف کر دیا۔ سائیڈ میں رکھ کے کھڑا ہو گیا تھا۔ رخسار اندر داخل ہوئی اس کے چہرے پر ناراضی اور خفگی کے واضح رنگ تھے۔

"چلو شکر تم کو میرا نام تو یاد رہا ورنہ میں کبھی مجھے بھولنے کے ساتھ ساتھ میرا نام بھی تمہارے ذہن کی اسکرین سے مٹ چکا ہے۔" ناراضی سے بولتی ہوئی وہ اندر داخل ہوئی۔

"ارے یار تم تو سمجھا کرو۔"

"جی میں سمجھا کروں مگر بندے کو کم از کم اتنا بے حس بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ایک کال یا ٹیکسٹ ہی کر دیا جائے مگر کال یا ٹیکسٹ تو دور محترم نے فون تک آف کر دیا تھا۔ وہ بھی پورا ایک مہینہ۔" شکایتوں کا پورا انبار کھول دیا تھا۔

"او کے او کے بابا لگتا ہے گھر میں سب سے زیادہ تم ہی ناراض ہو۔"

"کیوں نہیں ہونا چاہیے؟" الٹا سوال داغا تھا۔ عرشان نے مسکرا کے سر نیچے جھکا لیا اور سر جھکانے لگا۔

"ٹھیک ہے اب بتاؤ ناراضی دور کرنے کے لیے کیا کیا جائے۔"

"غلطی کی ہے تو سزا بھی ملے گی اور سزا یہ ہے کہ آج کا سارا وقت تم میرے ساتھ گزارو گے۔"

"او کے ڈن میں اپنی اچھی سی دوست کو منانے کے لیے یہ تو کر ہی سکتا ہوں۔" عرشان آگے بڑھا اور رخسار سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا جسے رخسار نے تھام لیا تھا۔

"ارے واہ ہم تو سمجھے تھے خدانخواستہ یہاں بہت بڑی جنگ چھڑ گئی ہوگی، کمرے کی ہر شے تہس نہس ہو چکی ہوگی مگر صلح تو جلدی ہی ہو گئی۔"

سارہ دو گلاس جوس کے لائی تھیں۔

"جی نہیں سارہ بھابی میری دوست بہت اچھی ہے۔ مجھ سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتی۔" عرشان نے فخریہ انداز میں اس کو دیکھا تھا۔

"جبھی تو تم میری چھوٹی سی بہن کی اس خوبی کا فائدہ اٹھاتے ہو۔" ساریہ نے چاہ سے اپنی چھوٹی بہن رخسار کو دیکھا۔

"ساریہ بھابی رخسار آپ کی بہن بعد میں اور میری بیسٹ فرینڈ پہلے ہے۔" عرشان نے ٹرے سے اورنج جوس کا گلاس اٹھالیا تھا اور دوسرا گلاس اٹھا کے رخسار کو تھمایا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ آج کیا اسپیشل بنایا جائے۔"

"ساریہ آپی آج کا پورا دن ہم نے پلان کرلیا ہے لنچ اور ڈنر ہم باہر ہی کریں گے۔" رخسار نے خوشی خوشی بتایا۔

"زبردست بھئی تو کیا آپ لوگوں میں کسی تیسرے فرد کی گنجائش نکلتی ہے۔" ساریہ کا اشارہ خود اپنی جانب تھا۔

"بالکل بھی نہیں۔" رخسار نے صاف انکار کیا اور خالی گلاس واپس ٹرے میں رکھ دیا۔" عرشان نے بھی جوس ختم کر کے خالی گلاس ٹرے میں رکھا جو ساریہ کے ہاتھ میں تھی۔

"بھئی یہ مسئلہ اب آپ دونوں بہنیں حل کریں میری طرف سے تو کھلی آفر ہے کہ آپ ہمیں جوائن کرسکتی ہیں۔"

"جی نہیں مجھے کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" ساریہ نے عرشان کو جواب دیا۔ عرشان ہولے سے ہنس دیا۔

"میں تیار ہو جاؤں پھر نکلتے ہیں۔" عرشان نے اپنی وارڈ روب سے اپنی ہینگر شدہ جینز اور ریڈ ٹی شرٹ نکالی اور ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

رخسار کی نظریں ڈریسنگ روم کے دروازے پر ٹک گئی تھیں جہاں ابھی عرشان گیا تھا۔ ساریہ نے اس کی نظروں کے جلتے دیپ دیکھ لیے تھے۔

"بہت جلد انشاء اللہ تم عرشان سمیت اس بیڈ روم کی ہر شے کی غیر شراکت مالک ہوگی۔" ساریہ نے رخسار کے گال پر ہاتھ پھیرا۔ رخسار نے ساریہ کو دیکھا۔

"سچ......!"

"بالکل سچ......کل ہی مما مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ ہم بہت جلد رخسار کو یہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے آئیں گے تاکہ عرشان کے نکیل ڈالی جاسکے۔"

"اوہ ساریہ آپی آپ نہیں جانتیں آپ نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے۔" رخسار ساریہ کے گلے سے لگی تھی۔ چہرے پر خوشی کے لاکھوں رنگ کھل اٹھے تھے۔

"میں سب جانتی ہوں تمہاری دیوانگی اور محبت سے واقف ہوں۔"

"چلو بھئی آئی ایم ریڈی۔" اسی اثناء میں فل تیار عرشان ڈریسنگ روم سے نکل آیا۔

"جاؤ۔" ساریہ نے ان کے ساتھ کی ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔

☆......☆

"یہ لو میں تمہارے لیے کچھ کپڑے خرید کے لائی ہوں۔ تم پر اچھے لگیں گے لو پہن کے دیکھو ناپ وغیرہ تو سب ٹھیک ہے نا۔" ساریہ نے بہت سے شاپنگ بیگز نیلما کو تھما دیے۔



"آپ نے اتنے بہت سے خرید لیے میرے لیے تو پہل سے ہی بہت ہیں۔" نیلما کو یہ سب اچھا نہیں لگا تھا۔

"نیلما بالکل تکلیف مت کرو ہم نے تمہیں اس گھر کی بیٹی سمجھا ہی نہیں مانا بھی ہے۔ اس لیے بلا جھجک تم مما سے یا مجھ سے کچھ شیئر کرسکتی ہو۔ کسی شے کی ضرورت ہو تم بنا کسی تکلف کے ہم سے کہہ سکتی ہو۔" ساریہ نے نرمی سے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ کو تھایا تھا۔ ان چند دنوں میں نیلما اسے بہت اچھی لگی تھی۔ معصوم سی بھولی بھالی۔ چالاکی اور ہوشیاری تو نام کو نہیں تھی بلکہ اس نے نوٹ کیا تھا کہ وہ کچھ گھبرائی گھبرائی اور سہمی سہمی سی رہتی ہے ہر وقت۔ عام لڑکیوں جیسی بات ہی نہیں تھی۔ نیلی جھیل جیسی آنکھوں میں ایک درد تھا خوف تھا جسے وہ لاکھ چھپانے پر بھی چھپا نہیں پائی تھی۔ عائلہ ملک نے کہا تھا کہ "ساریہ تم پتا کرو آخر اس پیاری سی چھوٹی سی بچی کو کیا دکھ ہے۔ شاید اپنے بھائی کا دکھ ہو۔"

ساریہ کے لائے ہوئے ڈھیروں سوٹ میں سے اس نے ایک خوب صورت قیمتی سوٹ نکال کر پہن لیا تھا۔ بلیو اور فیروزی کاٹن ایمبرائیڈری سوٹ میں اس کی رنگت کھل اٹھی تھی۔ نیلما اس وقت ساریہ اور عائلہ ملک کے ساتھ ہال میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے وہ ان لوگوں کے بیچ بیٹھی خود کو ان فٹ محسوس کررہی تھی مگر ساریہ کی ڈانٹ پر وہ یہاں بیٹھی تھی۔

"ہیلو گائیز۔" کیف کی آمد پر ساریہ نے مڑ کے دیکھا۔

"ارے کیف تم کیسے ہو؟"

"بالکل ٹھیک تم سناؤ کیسی ہو۔"

"ٹھیک۔" وہ مسکرادی بھائی کے آنے پر وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"السلام علیکم آنٹی!" کیف نے سر کو خم کیا۔

"جیتے رہو کیسے ہو۔" عائلہ ملک نے اس کے جھکے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

کیف کی نظر صوفے کے ایک کونے میں سمٹی سی نیلما پر پڑی۔

"کیا میں جان سکتا ہوں۔ آسمان سے یہ پری آپ کے محل میں کب اتری ہے؟" کیف کو نیلما پہلی ہی نظر میں اٹریکٹ کرگئی تھی۔

"بھئی یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ تسلی سے بتاؤں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ اس بار کتنے دن کے لیے آئے ہو۔"

"ایک دو ماہ کے لیے سوچا ہے کہ رمضان اور عید کر کے جاؤں گا۔" کیف نیلما کے بالکل سامنے والے صوفے پر براجمان ہوگیا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے اب ہم تمہاری شادی کر کے ہی تمہیں تمہاری دلہن کے ساتھ دبئی رخصت کریں گے۔" ساریہ نے محبت سے بھائی کو دیکھا۔

"اوکے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا خیال ہے مجھے بھی اب سنجیدگی سے اس پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔" کیف کی مسلسل نظریں گھبرائی سی نیلما پر تھیں۔

"ارے کیف بھائی آپ۔" اس دوران رخسار اور عرشان بھی اندر داخل ہوئے تھے۔ رخسار تو تقریباً بھاگتے ہوئے کیف کے پاس آئی تھی۔ کیف نے کھڑے ہو کر رخسار کو خود سے لگایا اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

/ish

''اور سناؤ عرشان کیسا چل رہا ہے سب؟''

''فائن۔'' عرشان بھی کیف سے بغلگیر ہوا تھا۔

''نیلی بیٹا......!''

''جی آنٹی!'' نیلما نے بڑی مشکل سے اپنی بڑی بڑی جھیل جیسی نیلی آنکھیں اوپر اٹھائی تھیں۔

''ارے کیا انہوں نے بلیو لینس لگائے ہوئے ہیں۔ بہت خوب صورت شیڈ ہے آپ کے لینس کا۔'' کیف کو یکدم سے بے ساختہ تعریف پر عرشان کی نظریں اب پڑیں تھیں نیلما پر۔ نیلما گھبرا کے رہ گئی۔

''نیلی۔'' عرشان نے پکارا تھا۔ نیلما نے عرشان کی طرف دیکھا۔

''تمہارے بھائی کی کال آئی تھی وہ تم سے بات کرنا چاہ رہے ہیں تم اپنے کمرے میں جاؤ میں کال ملا کر رہا ہوں فون۔''

''جی بہتر۔'' وہ اس مشکل سے چھٹکارا پانا چاہتی تھی اور اس مشکل سے عرشان نے اس کو نکال لیا تھا مگر جو اس نے کہا تو جیسے دل خوشی کے مارے دھڑک اٹھا وہ اس وقت شدت سے اپنوں کو ہی تو یاد کر رہی تھی۔

''تم یہاں بھی تو بات کرا سکتے تھے۔ عرشان بلاوجہ نیلی کو کمرے میں بھیج دیا۔'' رخسار کو کچھ خاص اچھا نہیں لگا تھا نیلما پر عرشان کی یوں اہمیت جتانا۔

''ہوسکتا ہے کوئی خاص بات کرنی ہو اچھا ہے نا بے چاری پر بڑا ترس آتا ہے۔ اپنوں سے دور یہاں ان کی یاد میں روتی رہتی ہے۔'' عائلہ ملک نے عرشان کی تائید کی تھی۔

عرشان مزید کچھ بولے وہاں سے کھڑا ہو گیا تھا۔ چہرے کے یہ رنگ بالکل الگ تھے جو صرف رخسار نے ہی نوٹ کیے تھے۔

نیلما اپنے روم میں بے صبری سے عرشان کا ویٹ کر رہی تھی۔ وہ فخر عالم سے بات کرانے کا کہہ رہا تھا۔ مطلب فخر عالم نے اس کو معاف کر دیا تھا۔ ایک گونہ سا سکون مل رہا تھا۔ دل کو کہ وہ سیدہ اور فخر عالم سے بات کرے گی وہ اپنی ہی گہری سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ عرشان کے اندر آنے کا پتا ہی نہیں چل سکا۔ عرشان نے نہایت جارحانہ انداز میں اس کا نازک بازو تھاما اور اپنی سمت کھینچا تھا۔ وہ ٹھہری نازک اندام سی کسی گڑیا کی طرح اس کے پہاڑ جیسے وجود سے بری طرح ٹکرائی تھی۔

''آج کے بعد میں تمہیں نہ دیکھوں کہ تم کیف کے سامنے بھی آئی ہو بالفرض اگر یہاں کیف آتا بھی ہے تو تم اپنے کمرے میں ہی رہو گی۔'' ان کا ہی مہندی آنکھوں میں شعلوں کی پھنکار تھی جس سے نیلما کو اپنا چہرہ ہی نہیں اپنا پورا وجود بھی جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''انڈر اسٹینڈ۔'' مگر نیلما نے کچھ نہیں کہا اس کے دونوں بازوؤں کو نہایت ہی جارحانہ طریقے سے عرشان نے پکڑا ہوا تھا کہ تکلیف کی شدت سے اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

''میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔'' عرشان کی گرفت پر مزید سختی کہ نیلما کراہ کے رہ گئی تھی۔

''ج...... جی......'' صحیح معنوں میں وہ عرشان کے اس روپ اس غصے سے ڈر گئی تھی۔ عرشان نے اس کے چہرے کو تیز نظروں سے دیکھا اور ایک جھٹکے سے خود سے الگ کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ پیچھے نیلی جھیل آنکھوں سے گرم گرم سیال بہہ کر اپنا مقام کھوتے چلے گئے تھے۔ وہ بیڈ پر بیٹھی سسک اٹھی تھی۔ عرشان کے رویے اس کے اس انداز لب و لہجے نے اس کو بہت چوٹ پہنچائی تھی۔



''فخر بھائی یہ کیا کیا آپ نے میرے ساتھ بہت ظلم کیا ہے آپ لوگوں نے مجھ پر میری نادانستگی میں کی گئی غلطی کی اتنی بڑی اور کٹھن سزا۔'' نیلما اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپائے بلک بلک کر رو دی تھی۔

☆......☆

ستارا نے رات کے کھانے پر فخر عالم کی فیورٹ ڈش بنائی تھی۔ فخر عالم کو مٹن پلاؤ اور چکن کے شامی کباب بہت پسند تھے اور میٹھے میں سویوں کا زردہ۔ ستارا نے اپنی یہ زندگی دل و جان سے قبول کر لی تھی۔ وہ نادم تھی۔ شرمندہ تھی۔ اپنی غلطی اپنے سنگین گناہ پر پشیمان تھی۔ یہ شاید اس کی ماں کی کوئی دعا کوئی نیکی کوئی عبادت ہی تھی کہ وہ غلط ہاتھوں میں جانے سے بچ گئی تھی۔ کسی کے غلط ارادوں کی بھینٹ چڑھنے سے بچ گئی مگر فخر عالم واقعی بہت بلند اور عظیم ہستی تھا جس نے سب کچھ جانتے بوجھتے اس کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اپنی زندگی میں شامل کر کے اپنا شریک سفر بھی بنایا۔ وہ فخر عالم کو منا لینا چاہتی تھی۔ اپنی امی کو منا لینا چاہتی تھی جو اس سے سخت ناراض تھیں خفا تھیں۔

''بیٹا ستارا! کھانا تیار ہو گیا؟ فخر بھی آ گیا ہے۔'' سیدہ کچن میں چلی آئی تھیں۔

''جی سیدہ خالہ کھانا تیار ہے بس میں دستر خوان لگا رہی ہوں۔''

''وہ میں لگا لوں گی تم یوں کرو جاؤ دیکھو فخر کو کسی شے کی ضرورت نہ ہو۔'' سیدہ زیادہ سے زیادہ وقت دونوں کو ایک ساتھ دینا چاہتی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ فخر عالم ناراض ہے ستارا سے مگر ستارا جتنا ٹائم فخر عالم کو دے گی اس کی ناراضی و خفگی اتنی ہی کم ہو گی۔

''سیدہ خالہ وہ......وہ......'' سوچا تو بہت کچھ جا سکتا ہے مگر عمل کرنے میں جان پر بن آئی بہت مشکل sh ہے۔ فخر عالم کا سامنا کرنے میں۔

''کوئی میں......وہ......نہیں جاؤ شاباش بیٹا اپنی زندگی سہل اور پر سکون کرنا چاہتی ہو تو زیادہ سے زیادہ وقت فخر کو دو۔ وہ دل کا برا نہیں ہے بس ذرا تم سے ناراض ہے مگر تم اس کو مناؤ گی تو وہ مان جائے گا......چلو جاؤ......'' ستارا مرتی نہ کرتی مصداق اپنے بیڈ روم میں آئی تھی۔ فخر عالم ابھی ابھی نہا کر نکلا تھا گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کر رہا تھا اس کے لمبے چوڑے جسم پر بلیو ٹراؤزر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ ستارا نے جھجک کر لمبی خم دار پلکوں کی باڑ عارض پر گرائی تھیں۔ فخر عالم کی روشن سیاہ نظریں ستارا پر پڑیں اس کی جھجک وہ سمجھ گیا تھا۔ کچھ دیر وہ اس کی خمدار پلکوں کا لرزنا دیکھتا رہا یہ وہ چہرہ تھا جسے اس نے بچپن سے اپنے دل میں بسایا تھا۔ جس کی ہر لمحہ ہر پل پرستش کی تھی پوجا کی تھی۔ وہ اس کی محبت اس کا عشق اس کا جنون تھا۔

جانے دل نے کیا حکایات ہولے سے سنائی کہ وہ دھیرے دھیرے اس کے بہت پاس آ گیا تھا۔ ستارا کا دل بری طرح دھڑکا تھا اس کے یوں قریب آنے پر وہ بری طرح گھبرا کے رہ گئی تھی۔ فخر عالم نے ہاتھ بڑھا کے اس کی ٹھوڑی پر اپنی انگشت شہادت رکھی اور چہرہ اوپر کو اٹھایا تھا۔ سیاہ آنکھیں ان ستاروں بھری آنکھوں میں گاڑھ دیں۔ جہاں وہ اپنا عکس واضح طور پر دیکھ سکتا تھا مگر ان ستاروں بھری آنکھوں میں وہ روشنی نہیں تھی جو وہ بچپن سے دیکھتا آ رہا تھا۔ دل باغی ہو رہا تھا اکسا رہا تھا کوئی خوب صورت جسارت کرنے کے لیے اس کے گلابی لرزتے ہونٹوں پر ایک تحریر رقم کرنے کے لیے......وہ کوئی فرشتہ نہیں تھا ایک انسان تھا جس کے سینے میں دل تھا جو صرف ستارا کے نام پر دھڑکتا تھا اور اپنی ان دھڑکتی دھڑکنوں کی آواز اس کے دل تک پہنچانے کے لیے وہ اس کے چہرے پر جھکتا چلا گیا تھا۔

ستارا صحیح معنوں میں ٹپٹا کے رہ گئی تھی اس کو امید نہیں تھی کہ فخر عالم اچانک سے گستاخیوں کا حملہ کر دے گا۔ وہ پوری کی پوری پسینے میں شرابور ہو کر رہ گئی تھی۔ فخر عالم نے اپنا چہرہ ستارا کے گھبرائے شرمائے چہرے سے اوپر اٹھایا تھا اور جو گیلا تولیہ اس نے اپنے چوڑے شانے پر ڈال رکھا تھا وہ تولیہ ستارا کے چہرے پر ڈال دیا تھا اور مسکراتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

شیشے میں اس کا عکس دیکھنے لگا وہ جھجکتی شرماتی بار بار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی تو کبھی اپنے ماتھے پر آتی چھوٹی چھوٹی بالوں کی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستی۔

دستر خوان پر فرخندہ کے علاوہ وہ تینوں بیٹھ چکے تھے۔

''اماں فرخندہ خالہ کھانا نہیں کھائیں گی۔'' فخر عالم کو فرخندہ کی غیر موجودگی بہت محسوس ہوئی تھی۔ ''میں نے بہت کہا مگر وہ منع کر رہی ہیں کہہ رہی ہیں ابھی بھوک نہیں ہے بعد میں کھاؤں گی۔'' اب بھلا وہ کیا بتاتیں کہ ستارا کی وجہ سے وہ یہاں نہیں آنا چاہتی ہیں۔

''نہیں یہ تو غلط بات ہے۔ آپ رکیے میں فرخندہ خالہ کو لے کر آتا ہوں۔'' فخر عالم دستر خوان سے اٹھا اور فرخندہ کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ ستارا نے سر کو جھکا لیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کیوں نہیں آ رہی ہیں دستر خوان پر۔ آج چونکہ جمعہ تھا اس لیے فخر عالم اسٹور جلدی بند کر دیا کرتا تھا تو دستر خوان پر وہ تھا۔ ورنہ تو سیدہ اور ستارا ایک ساتھ کھانا کھاتیں اور فرخندہ کا کھانا سیدہ کمرے میں ہی لے جایا کرتی تھیں۔ اسے اب بھی یقین تھا کہ وہ کمرے سے باہر نہیں آئیں گی مگر اس کی سوچ غلط ثابت ہوئی۔ فخر عالم فرخندہ کو اپنے ساتھ لے ہی آیا تھا۔ فرخندہ، سیدہ کے برابر میں بیٹھی تھیں۔ ستارا کے دل کو تھوڑا سکون میسر آیا تھا۔ اس نے سالن کی ڈش اٹھا کے فرخندہ کی جانب بڑھائی تھی۔ جسے انہوں نے بری طرح نظر انداز کرتے ہوئے کباب کی ٹرے اٹھالی تھی۔ یہ منظر نہ تو فخر عالم سے چھپا رہ سکا اور نہ سیدہ کی آنکھوں سے...... ستارا کا دل چھوٹا سا ہو گیا تھا۔ سیدہ نے اس کا دل رکھنے کے لیے سالن کی ڈش تھام لی تھی۔

''لاؤ ذرا مجھے تو چکھاؤ کیسا بنا ہے سالن۔''

''اہم ہم ہم ہم...... بہت مزے کا بنا ہے۔'' سیدہ نے ایک لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''لو فخر تم بھی لو ستارا نے بہت مزے کا بنایا ہے سالن۔'' فرخندہ نے پھر بھی نظر اٹھا کے نہیں دیکھا۔ ستارا اداسی سے مسکرا دی تھی۔ رات کو جب وہ کچن کے سارے کام سے فارغ ہو کر بیڈ روم میں آئی تو فخر عالم نیم دراز بیک کراؤن سے ٹیک لگائے موبائل میں کچھ دیکھ رہا تھا۔ ستارا تو سمجھی وہ سو گیا ہوگا اور اصل مقصد بھی ستارا کا بیڈ روم میں دیر سے آنے کا یہی تھا کہ وہ فی الحال فخر عالم کی نظروں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ شام کی بے باکی نے اس کا دل سہما دیا تھا۔ دھڑکا دیا تھا۔ وہ فخر عالم کے اس روپ کے لیے تیار نہیں تھی۔ ستارا نے کن انکھیوں سے فخر عالم کو دیکھا تھا۔ اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ دل کو سنبھالتی وہ اپنا ہلکا سا لان کا سوٹ لیے واش روم میں آ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد واپس آئی تو فخر عالم کروٹ بدل کر سو چکا تھا۔ ستارا نے سکھ کا سانس لیا اور بیڈ کے دوسرے کونے پر سمٹ کر لیٹ گئی اس سے پہلے کہ وہ آنکھیں بند کرتی فخر عالم نے ایک ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو پکڑا اور اپنی جانب کھینچ لیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی فخر عالم کی مضبوط آہنی بانہیں اس کے گرد اپنا گہرا حصار کھینچ چکی تھیں۔ اس کی بے بسی فخر عالم کی مضبوط آہنی بانہوں میں دم توڑ چکی تھی۔

☆......☆



عائلہ ملک عرشمان کے بیڈ روم میں آئی تھیں۔ عرشمان کی صبح دوپہر کے گیارہ بجے ہوئی تھی۔ وہ فریش ہو کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا تھا۔ خود پر پرفیوم کا فراخ دلی سے اسپرے کیا۔ ناشتہ کر کے وہ آج آفس شہیر کے ساتھ ہی پہنچے گا۔

''گڈ مارننگ مما!'' مرر کے سامنے سے ہٹا اور عائلہ کو مسکرا کے دیکھا۔

''مارننگ تو مائی چائلڈ۔'' عائلہ ملک کے چہرے پر سنجیدگی اور پریشانی کے آثار تھے جو عرشمان کی نظروں سے چھپے نہیں رہ سکے۔

''سب خیریت ہے مما آپ مجھے کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟''

''ہاں میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کل رات نیلما کے بھائی کا فون آیا تھا سب ٹھیک تو ہے نا کوئی پریشانی والی بات ہوئی تھی؟''

''نیلما کے بھائی کا فون؟'' عرشمان کل کا سارا قصہ بھول چکا تھا۔

''ہاں تم نے نیلما کو ہال سے کمرے میں جانے کا کہا تھا نا کہ اس کی بات اس کے بھائی سے کراؤ گے۔''

''جی...... جی...... ہاں مما...... آیا تھا اور میں نے بات بھی کرائی تھی۔'' عرشمان کو سب یاد آ گیا تھا کہ کس بدتمیزانہ طریقے سے کل اس نے نیلما سے بات کی تھی۔

''تو پھر کیا بات ہوئی ہے کیونکہ نیلما نے نہ رات کا کھانا کھایا اور نہ صبح کا ناشتہ کیا ہے۔ بس روئے جا رہی ہے۔ بڑی مشکل سے سارہ نے اس کو ایک گلاس دودھ کا پلایا ہے۔ وہ بھی وومیٹ ہو گئی۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی ہوں تم پتا کر کے بتاؤ کیا ہوا ہے۔''

''لگتا ہے کل میں نے کچھ زیادہ ہی سختی سے بات کر لی ہے محترمہ سے۔'' عرشمان آہستگی سے منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔

''کچھ کہہ رہے ہو؟'' عائلہ ملک کو اس کی بڑبڑاہٹ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''نہیں مما میں دیکھتا ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں بلکہ یوں کریں فوری سے میرا اور نیلی کا ناشتہ نیلی کے روم میں بھجوا دیں میں بات کرتا ہوں۔'' عرشمان کی کالی مہندی آنکھوں کی چمک عنابی لبوں کی معنی خیز مسکراہٹ عائلہ ملک کو کوئی اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔ عرشمان عائلہ ملک کے سر پر بوسہ دیتے باہر نکل گیا تھا۔

عرشمان بغیر ناک کیے اندر داخل ہوا۔ نیلما اپنے بیڈ پر گھٹنوں میں منہ دیے شاید رو رہی تھی جس کا ثبوت اس کے نازک لرزتے وجود نے دے دیا تھا۔ عرشمان نے دروازہ بند کیا اور مضبوط قدم دبیز قالین پر دھرتا اس تک آیا تھا۔ کچھ لمحے تو اس کو نرم و گرم نظروں سے دیکھتا رہا پھر بڑے آرام سے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ آہٹ پر نیلما نے اپنے گھٹنوں سے سر اوپر اٹھایا اپنے سامنے بالکل قریب عرشمان کو بیٹھے دیکھ کر وہ صحیح معنوں میں گھبرا کے رہ گئی۔ وہ پیچھے کھسکتی بیک کراؤن سے جا ٹکرائی۔

''کیا بات ہے نہ رات کا کھانا کھایا نہ صبح ناشتہ سب خیریت ہے اور مما بتا رہی تھیں وومیٹنگ بھی ہوئی ہے۔ ابھی تو ہمارے بیچ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا جو یہ نوبت آئے۔'' عرشمان نے شریر لب و لہجے میں کہتے ہوئے اس کی بڑی بڑی نیلی جھیل آنکھوں میں جھانکا مگر وہاں سوائے خوف کے اور کچھ نہیں تھا وہ تو شاید عرشمان کی بے دھیانی میں کہا گیا پر شوخ جملہ بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔ عرشمان اس کی معصومیت پر ہولے سے مسکرا دیا۔

''اچھا لاؤ دکھاؤ میں نے زیادہ زور سے پکڑ لیا تھا تمہارا بازو۔'' عرشمان نے اس کا بازو پکڑنا چاہا مگر نیلما

نے بری طرح اس کا ہاتھ جھٹک دیا وہ سائیڈ میں سے اترنے لگی تھی کہ عرشان نے اس کی کلائی پکڑ کے کھینچی کہ وہ سیدھا اس پر آ رہی۔

"نامحرم نہیں ہوں جو مجھ سے یوں بھاگ رہی ہو...... دکھاؤ......" عرشان کو اپنا ہاتھ اس طرح جھٹکنا خاصا ناگوار گزرا تھا۔ عرشان نے اس کا دوپٹہ ہٹا کے اس کی آستین اوپر کی بازو پر واضح نیل کے اور سرخ انگلیوں کے نشان اس کی میدے جیسی رنگت پر بہت واضح ہو گئے تھے۔ اس نے نیلما کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ کے اس کا بازو چیک کیا جہاں وہی نشان پڑے تھے۔

"اوہ مائی گاڈ یہاں تو میری انگلیوں کے نشان پڑ گئے ہیں اس کا مطلب کل میں نے تمہارے ساتھ کچھ زیادہ ہی سختی کر دی ہے۔" عرشان نے نیلما کے نشانوں پر اپنی انگلیوں کے لمس چھوڑے تھے اور ان دہکتے لمس کی تپش سے نیلما کے دل کی کیا حالت تھی عرشان اس سے بے خبر تھا۔

"پلیز چھوڑیں۔" نیلما کی بھیگی آواز پر عرشان نے اپنی کاہی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اس چہرے پر ایسا کچھ تو تھا جو پل بھر میں عرشان کا سب کچھ چین سکون ختم کر گیا۔ اس کا دل پہلی بار نیلما کے نام پر دھڑکا تھا۔ وہ بے خود سا ہو کر بس یہ چہرہ دیکھتا ہی رہا اور جانے یہ پل مزید اور کتنے گزر جاتے کہ دروازے پر دستک دی گئی تھی۔ عرشان نے نظروں کا رخ بدلا اور وہاں سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھا۔ دروازہ کھولا جہاں نوری ناشتے کی ٹرالی لیے کھڑی تھی۔

"تم جاؤ۔" عرشان نے ٹرالی نوری سے لی اور ٹرالی لیے اندر داخل ہو گیا۔ اس دوران نیلما نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ بیڈ سے نیچے اتر گئی تھی اور اپنے دوپٹے کو مزید پھیلا کر خود پر ڈال لیا تھا۔ R

"چلو آؤ پہلے ناشتہ کرتے ہیں پھر کوئی بات ہوگی۔" عرشان ٹرالی کو صوفہ سیٹ تک لے آیا تھا۔ "نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔" نیلما نے آہستگی سے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے تم روایتی بیویوں کی طرح ناراض ہو تو پرابلم مجھے منانے کا فن آتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے کھلاؤں گا تو مان جاؤ گی نا؟" عرشان اس کی طرف بڑھا تا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کے یہاں لا سکے۔

"نن...... نہیں...... میں کھا لوں گی۔" اس سے پہلے کہ عرشان اس تک پہنچتا وہ خود ہی آ کر سنگل صوفے پر سٹ کر بیٹھ گئی کیونکہ عرشان سے کچھ بعید نہیں تھا وہ اپنے کہے پر عمل بھی کر گزرے۔ چڑیا کی طرح تھوڑا سا چگ لیا تھا۔

"بس اتنا سا۔" نیلما کے ہاتھ کھینچنے پر عرشان نے ٹوکا۔

"نہیں بس مجھ سے اور نہیں کھایا جائے گا۔" ان نیلی جھیل میں نمی تیرنے لگی تھی اپنی بے بسی کی اپنے اس قدر کمزور ہونے کی...... تنہا اور اکیلا ہونے کی۔

"او کے کوئی بات نہیں...... میں نے بھی کھا لیا۔" عرشان نے بھی بس کھا لیا تھا۔

"پریشان مت ہو آج کے بعد میں تمہیں احتیاط سے چھوؤں گا۔" عرشان کی پھر سے رگِ ظرافت پھڑکی تھی۔ نیلما جو اس کے پہلے والے جملے پر بمشکل نظر اٹھا کے دیکھ رہی تھی اس کے دوسرے جملے پر وہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی تھی۔ یہ دلکش نظارہ عرشان نے دلکشی سے دیکھا تھا۔

☆......☆

دوسرے دن ستارا نے پورا گھر صاف کیا، کھانا بنایا اور پھر سیدہ اور فرخندہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی۔



خندہ تو اس کے بیٹھنے پر فوراً سے اٹھ کر جانے لگی تھیں مگر ستارا نے فرخندہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اور کتنی سزا دو گی امی بس کر دیں ورنہ میں مر جاؤں گی۔" ستارا کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح نکلنے لگے تھے۔

"میری بلا سے مر جاؤ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" کس قدر بے حسی تھی ان کے لب و لہجے میں کہ ستارا کے ساتھ ساتھ سیدہ بھی تڑپ کے رہ گئیں۔

"فرخندہ کچھ علم ہے کیا کہہ رہی ہو۔"

"سیدہ میں کچھ نہیں جانتی ہوں بس اتنا جانتی ہوں کہ اس کو کہو میرے سامنے مت آیا کرے نفرت ہوتی ہے مجھے اس کے وجود سے بھی۔" ستارا کا ہاتھ جھٹکتی ہوئی وہ وہاں سے نکلتی چلی گئیں۔" ستارا بلکتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں بھاگ گئی تھی۔ پیچھے سے سیدہ پکارتی رہ گئیں۔

"آج فیصلہ ہو کر ہی رہے گا۔" سیدہ غصے میں اٹھیں اور فرخندہ کے پاس آئیں۔ فخر عالم نے یہ سارا نظارا نہایت دکھ سے دیکھا تھا مگر اس کے اندر کا غصہ ایک بار پھر اُمڈ آیا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں تیزی سے آیا۔ ستارا بیڈ پر اوندھے منہ زار و قطار رو رہی تھی۔ فخر عالم نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بازو سختی سے تھام کر اپنے مقابل کیا۔ ستارا کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ فخر عالم آ جائے گا۔

"جی تو چاہتا ہے اس کائنات اس ہستی سے تمہاری ذات کا نام و نشان مٹا دوں تمہارے وجود کو کرچی کرچی کر کے زمین کی انتہائی گہرائیوں میں دفنا دوں تمہیں اس کال کوٹھری میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید کر دوں جہاں گھپ سیاہ اندھیرا اور گھمبیر خاموشی اور تنہائی کے علاوہ کچھ نا ہو مگر یہ دل یہ آنکھیں مجبور ہیں...... جنہیں تم سے عشق ہے، محبت ہے، تمہاری چاہ ہے۔" فخر عالم نے اپنی بات کہی اور اس کو ہلکے سے جھٹکے سے خود سے الگ کرتے ہوئے باہر نکلتا چلا گیا تھا۔ وہ فرخندہ اور سیدہ کے کمرے میں آیا تھا۔ h

"اتنی نفرت کرتے ہیں آپ مجھ سے۔ امی کو میرا وجود برداشت نہیں ہے اور آپ کو میرا جینا...... میری اپنی زندگی میری اپنی سانسیں کہاں ہیں...... میرا وجود کہاں ہے...... میری یہاں کس کو ضرورت ہے۔ تین ماہ سے زیادہ ہو گیا تھا فرخندہ اور فخر عالم کی کج ادائی ان کی بے رخی ناراضی خفگی برداشت کرتے کرتے...... اب تو دل بھی درد کے مارے پھٹنے لگا تھا۔ دماغ کی رگیں دکھنے لگی تھیں...... رواں رواں، زخم زخم ہو گیا تھا۔ روح تک گھائل ہو گئی۔ وہ کون سی گھڑی ہوگی جب یہ جسم روح کا ساتھ چھوڑے گی۔ دل کا دھڑکنا...... سانسوں کا رکنا بند ہو جائے گا۔ پاؤں اس قدر شل ہو گئے تھے کہ اب ان زخموں سے خون رسنے لگا تھا۔

تین ماہ کا ہی یہ اثر تھا سوچیں جواب ساتھ چھوڑنے لگی تھیں۔ فخر عالم کے یہ جملے کانوں میں زور زور سے اپنی ذات پر ہنستے ہوئے لگ رہے تھے۔ کمرے کی ہر شے گردش کرتی لگ رہی تھی۔ ہر شے گھوم گھوم کر اس کو چلا رہی تھی۔ ان ستاروں جیسی آنکھوں کی ہر روشنی ماند پڑ گئی تھی۔ اندھیرا ہر طرف نظر آ رہا تھا۔ فخر عالم کا آخری جملہ بار بار گونج رہا تھا چاروں طرف۔

"تمہیں اس کال کوٹھری میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید کر دوں جہاں گھپ سیاہ اندھیرا اور گھمبیر خاموشی و تنہائی کے علاوہ کچھ نہ ہو۔"

تو فخر عالم تمہاری دعا قبول ہو گئی تمہاری خواہش تمہاری آرزو پوری ہونے کا وقت آ گیا اور پھر وہ آنکھیں ستاروں کی روشنی سے بھری آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں اس کی تھکاوٹ کو ان اندھیروں نے خود میں

سمیٹ لیا تھا۔

"دیکھو فرخندہ آج تم جو کر رہی ہو تمہارا رویہ تمہارا برتاؤ بہت غلط ہے ستارا کے ساتھ۔ مانتی ہوں اس کے قدم بہک گئے تھے مگر وہ شرمندہ پریشان اور پشیمان و نادم ہے اپنی غلطی پر۔ تین ماہ ہو گئے ہیں اب خدا کا واسطہ بس کر دو، معاف کر دو ستارا کو۔ مجھے دیکھو میری اکلوتی بیٹی میری نظروں سے دور ہے۔ جس کو دیکھنے کے لیے میری آنکھیں ترس گئی ہیں جس سے بات کرنے کے لیے میں تڑپتی ہوں مگر ستارا میں نیلما کو دیکھ لیتی ہوں مگر تم کیوں اتنی بے حس پتھر دل بن گئی ہو...... ٹھیک ہے اگر اتنی ہی نفرت کرتی ہو تو اس کا گلا گھونٹ کے مار کیوں نہیں دیتی ہو...... اچھا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے گی کبھی شکل ہی نہیں دیکھ سکو گی۔"

"سیدہ یہ کیا کہہ رہی ہو تم بھلا کوئی ماں ایسا کر سکتی ہے اپنی اولاد کے ساتھ۔" فرخندہ تڑپ کر رہ گئی تھیں۔

"تو جو تم ابھی کر رہی ہو وہ ٹھیک ہے اور جو کچھ فخر عالم کر رہا ہے وہ صحیح ہے۔"

"فخر نے کیا کیا ہے؟"

"فرخندہ میں بھی ایک ماں ہوں، اپنی اولاد کے ہر رنگ کو پہچانتی ہوں جانتی ہوں۔ فخر نے ستارا کو بیوی تو بنا لیا ہے اس کو اس کا حق تو دے دیا ہے مگر جو بچی محبت اور عزت ہے وہ بچی اب تک اس سے محروم ہے۔ یقین کرو اگر ستارا کو تم دونوں کی وجہ سے کچھ ہو گیا تو میرا مرا منہ دیکھنا۔"

"اماں!" پیچھے فخر عالم دہلتا ہوا آیا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو اللہ نہ کرے۔"

"کیوں اللہ نہ کرے...... اس معصوم بچی کو جس طرح تم دونوں ستا رہے ہو، رلا رہے ہو، تڑپا رہے ہو وہ سب کیا میں دیکھ نہیں رہی ہوں۔" سیدہ نے دونوں سے اپنی ناراضی کا اظہار کر دیا تھا۔ فخر عالم نے تو نظریں ہی چرا لی تھیں۔

"بیٹا میں جانتی ہوں تم نے ستارا کو سب کچھ دیا ہے ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی جوڑے کپڑے مہنگی سی مہنگی جیولری عمدہ و اعلیٰ میک اپ ہر آسائش دنیا و جہاں کی ہر نعمت تو کیا تمہیں لگتا ہے وہ یہ سب پا کر خوش ہے مطمئن ہے پرسکون ہے نہیں نا؟" سیدہ نے خاموشی کی ایک نظر فخر عالم کے پرسوچ چہرے پر ڈالی تھی۔

"عورت عزت کی محبت و توجہ کی بھوکی ہوتی ہے اپنے شوہر کی پیار بھری نظروں کی پیاسی ہوتی ہے اور ستارا کو تم نے یہ سب نہیں دیا۔" سیدہ نے دکھی ہو کر سانس لی اور فرخندہ کو دیکھا۔

"فرخندہ میں ستارا کو یہاں لا رہی ہوں، تم اس سے بات کرو پیار کرو اس کو اپنے گلے سے لگاؤ۔ اپنی نرم گرم آغوش میں چھپا کر اس کا درد بانٹو۔" سیدہ نے فرخندہ کے کندھے پر ہولے سے ہاتھ رکھا۔ فرخندہ نے کچھ نہیں کہا ان کی خاموشی کا مطلب رضامندی ہی تھا۔

فرخندہ اور فخر عالم کو چھوڑ کر سیدہ، ستارا کو لینے چلی گئیں مگر ابھی ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا۔

"فرخندہ فخر جلدی آؤ......"

سیدہ کی چیخ پر دونوں وہاں بھاگے تھے۔

فخر عالم نے اپنے کسرتی بازوؤں میں ستارا کا بے ہوش وجود اٹھا لیا تھا اور تیزی سے اسپتال کی سمت بھاگے تھے۔

ایک گھنٹے کی ٹریٹمنٹ سے ستارا کی حالت بہتر ہو گئی تھی اس کو ہوش آ گیا تھا بلکہ ڈاکٹر نے جو خوشخبری سنائی



تو ان تینوں کے دل نہال ہو گئے تھے۔

"مبارک ہو آپ لوگوں کو ستارا پریگنیٹ ہیں۔" فرخندہ تیزی سے اندر آئی تھیں اور بلکتی ہوئی ستارا کو خوب پیار کیا تھا۔ اس کو اپنی نرم و گرم آغوش میں بھر لیا تھا۔

"میری بچی میرے دل کا ٹکڑا تمہاری حالت دیکھ کر تو میری جان ہی نکل گئی تھی۔ پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی تھی۔"

"فرخندہ بس کرو شکر ادا کرو ستارا کو ہوش آ گیا ہے وہ ٹھیک ہو گئی ہے اب اگر تم اس کو اتنا رلاؤ گی تو کہیں خدانخواستہ ستارا کی طبیعت پھر سے نہ بگڑ جائے۔" سیدہ نے فرخندہ کو ستارا سے الگ کیا۔

"خدا نہ کرے اب میری بچی کو کوئی دکھ پہنچے۔" فرخندہ نے ستارا کی بھیگی آنکھیں بھیگا چہرہ اپنے دوپٹے سے صاف کیا تھا۔

"اب کوئی نہیں روئے گا بس اب خوشیاں ہی خوشیاں ہمارے دروازے پر دستک دیں گی۔" سیدہ مسکرا دیں مگر اس بار ان کی یہ مسکراہٹ بہت پھیکی سی تھی آنکھوں میں اداسی تھی وہ کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔ نیلما کی کمی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔

"امی تم نے مجھے معاف کر دیا نا؟"

"ہاں میری شہزادی میں نے تمہیں معاف کیا۔" فرخندہ نے ایک بار پھر ستارا کو خود سے لگا لیا تھا۔

☆......☆

"عرشان آخر اس میں غلط کیا ہے۔" رخسار اس کی ضد سے زچ ہو گئی تھی۔

"اچھا تو اس میں درست کیا ہے تم مجھے وہ بھی سمجھا دو۔" رخسار سے زیادہ عرشان اس کے سوالوں سے زچ ہو گیا تھا بلکہ صحیح معنوں میں چڑ گیا تھا۔

"عرشان! کیف بھائی نیلما کو پسند کرنے لگے ہیں۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں آخر اس میں برائی والی کیا بات ہے۔"

"کیف کو تو ہر دوسری لڑکی پسند آ جاتی ہے۔"

"ہاں تو اس میں کیا برائی ہے وہ مرد ہیں، اسٹیبلش ہیں، خوب صورت ہیں، دبئی میں ایک شاندار جاب ہے۔"

"اور ان سب سے بھی بڑھ کر دبئی میں کیف نے نا صرف شادی کی ہوئی ہے بلکہ دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔" طنز کا تیر پھینکا تھا۔

"ہاں تو کیا ہوا وہ افورڈ کر سکتے ہیں۔ وہ کیا چار بیویاں رکھ سکتے ہیں۔" رخسار پوری طرح کیف کی حمایت میں بات کر رہی تھی۔

"میری بلا سے وہ چار کیا چھ شادیاں کر لیں یہ اس کا اپنا فعل ہے مگر نیلی کا نام کیف کے ساتھ مت لو۔" عرشان کو سخت ناگوار لگ رہا تھا۔ بار بار رخسار کا جراح کرتا۔

"اچھا تو نیلما میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں پوری دنیا میں اس کا کوئی نہیں سوائے ایک بھائی کے جو اس وقت جیل میں نہ جانے کون سا جرم کر کے قید ہے۔ اس کی بہن یہاں غیر کے در پر اکیلی پڑی ہے اب اگر اس کو ایک گھر ایک جیون ساتھی ملتا ہے تو نہ جانے تمہیں کیا پرابلم ہے۔"

''کیوں کہ وہ میری ذمے داری ہے۔'' عرشان سے زیادہ دیر اس سے بحث میں الجھا نہیں جا رہا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے۔'' رخسار چونک کر رہ گئی تھی۔ شک کی لہر اس کے اندر دوڑ گئی عرشان نے اس کی طرف سے رخ ہی پھیر لیا تھا۔ رخسار اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اس کی پُر سوچ کالی مہندی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

''عرشان سچ سچ بتاؤ آخر وجہ کیا ہے؟''

''نیلی میری منکوحہ ہے میں نے اس سے نکاح کیا ہے۔ وہ میری ذمہ داری، عزت اور میری غیرت ہے۔''

''نہیں تم مذاق کر رہے ہو!''

''ایسا گھٹیا مذاق کرنے کی میری عادت نہیں ہے رخسار۔''

''اور میں...... میں کہاں ہوں تمہاری زندگی میں عرشان میں نے تم سے محبت کی ہے۔''

''کیا......! رخسار تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ ہم اچھے دوست ہیں میں نے کبھی تم سے ایسی بات نہیں کی جو تمہیں محبت کی راہوں تک لے جائے۔ میرا مقصد میرا کیریئر صرف میری پڑھائی رہا ہے محبت جیسی الجھنوں میں میں کبھی نہیں پڑا۔''

''ہاں کیوں کہ نیلما سے نکاح ایک حادثہ تھا کسی کی عزت و آبرو بچانا تھا کسی کی مجبوری تھی...... بس اس سے آگے اور میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی تمہارے سوالوں کے جواب دے سکتا ہوں مگر ہاں آج شاید صرف تمہاری وجہ سے میں ایک سچا اور مخلص دوست گنوا دوں گا۔'' اور پھر عرشان وہاں رکا نہیں اس کے گھر سے نکل چلا گیا تھا۔

''رخسار......'' دروازے کی اوٹ میں چھپی سارہ یہ جوان دونوں کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سن چکی تھی عرشان کے جانے کے بعد رخسار کے پاس آئی تھی۔

''سارہ آپی...... میری محبت ہار گئی...... آج میں ہار گئی۔'' رخسار اس کے گلے سے لگی پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔

عرشان رات گیارہ بجے گھر آیا تھا۔ ہال میں عائلہ ملک اس کا ویٹ کر رہی تھیں۔

''مما آپ جاگ رہی ہیں۔''

''تمہیں لگتا ہے اتنے بڑے انکشافات سننے کے بعد مجھے سونا چاہیے...... میں نے کبھی تم پر یا شہیر پر زبردستی نہیں کی زبردستی اپنا فیصلہ نہیں تھوپا شہیر نے سارہ کو پسند کیا میں نے ان کی خواہش کا احترام کیا تم بھی اگر نیلما کو پسند کرتے تھے تو مجھے بتا دیتے میں منع تو نہیں کرتی بلکہ خود جا کر اس بچی کو دھوم دھام سے دلہن بنا کر لاتی۔ اس طرح وہ بھی چھپ چھپاتے کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی اور اس پر تین ماہ تک بے وقوف بھی بناتے رہے۔'' عائلہ ملک سخت کبیدہ تھیں نالاں تھیں۔

''آئی ایم سوری مما......!'' وہ عائلہ کے گلے کا ہار بنا اور پھر جو کچھ لاہور میں ہوا وہ سب بتاتا چلا گیا۔

''یہ تو اچھی بات ہے کہ کسی لڑکی کی عزت بچانے کے لیے تم نے یہ قدم اٹھایا مگر چھپایا کیوں؟''

''ڈیڈ کو سب علم ہے۔''

''شاباش اس کا مطلب ہے تم باپ بیٹے نے خوب مجھے بے وقوف بنایا۔'' عائلہ ملک نے شانے پر رکھے



عرشان کے بازو پر ہولے سے چپت لگائی۔

''اینڈ لکی مما میں رزلٹ کا ویٹ کر رہا تھا پھر خود ہی بتا دیتا سب کچھ۔'' وہ سر کھجا کے رہ گیا تھا۔

''اچھا یہ بتائیں آپ کو آپ کی بہو پسند تو آئی نا۔''

''بہت پیاری انوسینٹ ہے بالکل نیلی نیلی آنکھوں والی موی گڑیا۔'' عرشان کی کالی آنکھوں میں اس کا جا ملس جھلملانے لگا تھا۔

''ارے ہاں آج بے چاری گر گئی پاؤں میں موچ آئی ہے۔''

''واٹ مگر کیسے؟'' عرشان نے عائلہ ملک کے شانے سے بازو ہٹا لیا چہرے پر پریشانی کے واضح رنگ ے تھے۔ عائلہ ملک دھیرے سے مسکرا دیں اس کی دیوانگی پر۔

''پتا نہیں کیا سوچ رہی تھی مگر جلدی سے ڈاکٹر کو بلوا لیا تھا۔ ابھی اپنے روم میں آرام سے سو رہی ہے۔'' عائلہ ملک کو عرشان کی پریشانی اور فکر مندی اچھی لگی تھی۔ وہ سختی اور زبردستی کی قائل نہیں تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کی تربیت بہت اچھی کی تھی۔ بالکل دوستوں کی طرح رہی تھیں۔

''میں ایک نظر دیکھ لوں ذرا۔'' اسی دوران عائلہ ملک کا سیل فون بجنے لگا۔

''تو تمہارے ڈیڈ کی کال آ گئی ہے تم جاؤ میں ذرا رحمان صاحب سے دو دو ہاتھ کر لوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی اپنے بیڈ روم میں چلی آئیں۔

عرشان بے صبری سے آگے بڑھا دروازے کھولا تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا تھا۔ اندر کا منظر دیکھ کو وہ مبہوت سا ہو کر رہ گیا تھا۔

نیلما فیننگ کے ریڈ اینڈ بلیو سوٹ میں بغیر دوپٹے کے کھڑی تھی۔ کمر سے نیچے تک گولڈن شیڈ بال کسی آبشار کی طرح پشت پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس کی نیلی بڑی آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی۔ شاید درد کی سرخی بھی اور آنکھوں میں گھلی ہوئی تھی۔ عرشان بے خود سا آگے بڑھا تھا۔ نظروں کا یہ تصادم نیلما کی جان نکال رہا تھا۔ آج صبح سے ہی اس کا دل بوجھل بوجھل اداس سا ہو رہا تھا۔ گھر والے اپنی بہن دوست ہمراز ستارہ اور کو شدت سے یاد آ رہی تھی۔ سوچیں اتنی گہری ہو گئی تھیں کہ پتا ہی نہیں چلا کب وہ کسی شے سے ٹکرائی ہے اور پاؤں میں موچ بھی آ گئی تھی۔ اسی درد و تکلیف کی وجہ سے اس کو بخار بھی ہو گیا تھا۔ نڈھال سی بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی خود کو۔ اس وقت بھی دل جانے کیوں گھبرا رہا تھا تو وہ بیڈ سے نیچے اتری ابھی دو قدم ہی آگے گئی تھی کہ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر اس نے نیلے جھیل اوپر کی جانب اٹھائے تھے۔ وہاں عرشان کو کھڑا پایا تو دل دہشت سے دھڑکنے لگا تھا۔ ٹھنڈا گرم مزاج والا عرشان اس کی جان نکالنے لگا تھا۔ وہ بالکل ساکت و جامد کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ عرشان آگے بڑھا تھا۔ نیلما نے ہمت کر کے قدم اٹھایا ہی تھا مگر وہ اتنا بھاری اور وزنی لگ رہا تھا کہ لڑکھڑاتی وہ عرشان کے وسیع سینے سے لگی تھی اس کی ہمت ٹوٹ گئی تھی بخار سے نڈھال کمزور وہ کیا اپنا دفاع کرتی بے بسی ہی بے بسی۔ اس نے اپنا سر عرشان کے سینے پر جھکا دیا اور بے آواز آنسو اس کا گریبان بھگوتے چلے گئے تھے۔

عرشان نے اس کے گرد اپنے مضبوط آہنی بازوؤں کا گھیرا تنگ کر دیا تھا۔ اس کو خود میں سمیٹ کر اس کا سارا وجود اپنے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

نیلما کو بازوؤں میں بھرے وہ بیڈ تک لے آیا اور نہایت احتیاط سے بیڈ پر لٹا دیا تھا۔ خود بھی اس کے پاس

بیٹھ گیا اور بغور اس چہرے کو دیکھنے لگا جو شدتِ غم سے سرخ ہو رہا تھا۔
''بہت درد ہو رہا ہے۔'' وہ اس کے چہرے پر جھکا پوچھ رہا تھا اس کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔
نیلما نے چہرے کا رخ پھیرنا چاہا مگر عرشان نے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھ دیا۔
''محبت کے رنگ کیا ہوتے ہیں تمہیں دیکھ کر جانا پہچانا ہے۔ دل پیار میں کیسے دھڑکتا ہے۔ احساس کی شدت روح کی تشنگی یہ سب صرف تم نے ہی تو سکھا ہے ورنہ یہ دل تو ایک بنجارا تھا جو انجان تھا جس کی زمین پر پیار و چاہت کے بارش کی ایک بوند بھی نہیں پڑی جہاں کلیاں نہیں کھلیں وہاں اب پھولوں کا کھلنا ان کا خوشبو بکھیرنا مہکنا یہ سب تمہاری ہی مرہونِ منت ہے نیلی۔''
عرشان نے اس کے سرخ رخسار پر اپنی ہتھیلی پھیری تھی۔
''تمہاری فرقت، قربت تمہارا ساتھ ہی میری زندگی ہے جو زندگی مجھے کل تک روکھی پھیکی لگتی تھی اب تمہاری موجودگی سے خوشنما رنگین اور خوب صورت لگتی ہے۔ یہ نکاح کے دو بول کا ہی اثر تھا کہ میرا دل خود بخود تمہاری طرف کھنچتا تھا یہ آنکھیں تمہیں ہی دیکھنا چاہتی تھیں۔ یہ لب تم سے پیار کرنا چاہتے تھے۔'' عرشان نے اس کی صاف و شفاف گردن سے بال ہٹائے اور وہاں ایک کہانی اپنی محبت کی رقم کر دی۔ مقابل کی غیر ہوتی حالت کی پرواہ کیے بغیر وہ صرف اور صرف اپنی حکایاتِ دل سنا رہا تھا۔ اپنے پیار کا اظہار عملی کر رہا تھا اور نیلما......! اس کی زبان تو جیسے تالو سے جا چپکی ہو۔ ان نیلے جھیل کانچ کو اس نے نہایت سختی سے میچ لیے تھے۔ اس کا دل اتنی بری طرح دھڑک رہا تھا کہ عرشان اس پر جھکا با آسانی وہ آواز سن سکتا تھا۔ عرشان نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا تو وہاں کا منظر کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔ اس چہرے پر شرم و حیا کے رنگ نہیں کھیل رہے تھے بلکہ خوفزدگی کے آثار تھے ڈر و دہشت تھی اس چہرے پر۔
''نیلی!''
عرشان نے اس کی لرزتی پلکیں ہولے سے چھوئی تھیں۔ نیلما نے آہستہ سے لرزتی پلکیں وا کی تھیں۔
''کیوں خوف زدہ ہو، مجھ سے کیوں ڈر رہی ہو، میری محبت کا یقین نہیں ہے۔ بولو نیلی کچھ تو بولو۔''
''مجھے آپ کی باتوں آپ کے حرف با حرف پر یقین ہے لیکن اس سچائی کو مجھے قبول کرنے کے لیے تھوڑا وقت دے دیجیے میں اپنے دل کو آپ کے دل کی طرح یقین دلانا چاہتی ہوں کہ میں کسی خواب سراب کے پیچھے نہیں بھاگ رہی تھی۔ کھلی آنکھوں کا آپ کوئی سپنا نہیں ہیں۔ بلکہ ایک خوب صورت تعبیر ہیں جو صرف میری ہے...... پلیز عرشان پلیز......!''
ان نیلے کانچ سے دو موتی ٹوٹ کر پلکوں کے گوشوں سے گرے اور تکیے میں جذب ہوتے چلے گئے تھے۔ عرشان جو بغور اس کا چہرہ تک رہا تھا جس کی آنکھوں میں حیرانگیوں کا ایک جہاں آباد تھا۔ اس کی سوچوں کی رسائی بھی نیلما کی سوچوں تک گئی ہی نہیں اس کو یہ گمان تھا کہ وہ بڑھے گا، ہاتھ بڑھائے گا اور نیلما بنا کسی تاویل بنا کسی درخواست کے اس کا ہاتھ تھام لے گی اس کی محبت کو قبول کر لے گی اپنا سب کچھ مان لے گی مگر عرشان کی ساری خوش فہمیاں ڈھیر ہو گئیں۔
''ٹھیک ہے میں تمہیں وقت دے رہا ہوں مگر یاد رکھنا اس عید پر ہمارا ولیمہ ہے کل سے میں پورا رمضان اعتکاف میں بیٹھ کر سچے دل سے خشوع و خضوع سے عبادت میں لگ جاؤں گا۔ میرا رب مجھے میری عبادتوں ریاضتوں کا صلہ، ان نیکیوں کا اجر ضرور دے گا اور رمضان کے بعد جو عید آئے گی اس عید پر مجھے تمہاری طرف سے عیدی چاہیے اور تم جانتی ہو کہ مجھے تمہاری طرف سے کون سی عیدی چاہیے اس لیے خود کو مکمل طور پر تیار کر کے میرے پاس آنا کیونکہ اس وقت کسی صبر، برداشت، نا کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی، او کے۔''
نیلما اس کا مطلب اچھی طرح جانتی تھی۔ اس لیے ہولے سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ عرشان یہ پیارا سا منظر پیار سے دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر جھکا اور ان بند پلکوں پر اپنے دہکتے لب رکھ دیے تھے۔
''گڈ نائٹ!''
عرشان مسکراتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔ دروازہ بند کرنے کی آواز پر نیلما نے آنکھیں کھول کر بند دروازہ دیکھا تھا۔ پھر کروٹ لے کر آنکھیں موندھ لیں ان بند آنکھوں کی پتلیوں پر عرشان کا چہرہ جھلملا رہا تھا۔ دل میں جھانکا جہاں عرشان پورے طمطراق سے کھڑا اسے ہی پیار و چاہت بھری نظروں سے تک رہا تھا۔

☆......☆

''اماں!'' فخر عالم بہت سے فروٹس، کھجلا، پھینی، دودھ، دہی کے شاپر ہاتھ میں لیے اندر داخل ہوا تھا۔
''ارے فخر آ گئے۔'' سیدہ جو مغرب کی نماز ادا کرنے جا رہی تھیں رک کر اس کو دیکھنے لگیں۔
''جی اماں یہ لیں میں ایک ہفتے کا سحری اور افطاری کا سامان لے آیا ہوں۔ سارے شاپر ٹیبل پر رکھے اور سیدہ کا ہاتھ تھام کر نرم و ملائم صوفے پر بیٹھ گیا۔
''عرشان کا فون آیا تھا۔ میری ان کی مما سے بھی بات ہوئی ہے۔ وہ لوگ بہت اچھے ہیں اس پہلی عید پر عرشان اور نیلما کا ولیمہ ہے۔''
نیلما کے ذکر پر سیدہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔
''جو ہوا وہ بھول جائیں شاید اس میں کوئی بھلائی کوئی بہتری ہی تھی رب تعالیٰ کی۔'' فخر عالم نے سیدہ کے بہتے آنسو صاف کیے۔
''میں نیلما کو دیکھنا چاہتی ہوں بات کرنا چاہتی ہوں بیٹا۔''
''بالکل بات کریں اور ہم سولہ رمضان سے عرشان کے گھر رکنے بھی جائیں گے۔ حالانکہ میں نے بہت منع کیا اعتراض کیا مگر عرشان کی فیملی نہیں مانی یہ لیں میں نمبر ملا کر دے رہا ہوں، نیلی اور اس کے سسرال والوں سے بات کر لیں، میرا دل جیسے نیلی کی طرف پر سکون و مطمئن ہو گیا۔ آپ بھی پر سکون و مطمئن ہو جاؤ گی۔'' فخر عالم نے اپنا فون جیب سے نکالا اور نمبر ملا کر سیدہ کو تھما دیا فرخندہ بھی وہیں چلی آئی تھیں۔
فخر عالم اپنے بیڈ روم میں آ گیا جہاں اس کی زندگی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بیڈ روم میں داخل ہوا۔ ستارا شاید مغرب کی نماز ادا کر کے بیٹھی تھی۔ آج رمضان کا چاند بھی نظر آ گیا تھا۔
وہ چلتا ہوا آیا اور اس کے برابر میں بیٹھ گیا تھا۔ ستارا کو اس کی موجودگی کا احساس ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا جھکا چہرہ اوپر نہیں اٹھایا تھا۔ فخر عالم نے اپنی چوڑی ہتھیلیوں میں اس کا پاکیزہ چہرہ بھر لیا تھا۔
''ناراض ہو؟''
بس اتنا کہنا تھا کہ ستارا کی ستاروں بھری آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہنے لگے تھے۔ فخر عالم نے لبوں کو سختی سے بھینچ لیا تھا اور اس کو خود سے لگا لیا تھا اس کا پورا وجود ہچکیوں کی زد میں تھا۔ فخر عالم نے اس کی پشت سہلائی تھی۔
''مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے اعتماد کا، اعتبار کا خون کیا ہے آپ کا بھروسے کا قتل کیا ہے۔ مجھے

معاف کر دیجیے۔ فخر میں نے آپ کو سمجھا نہیں۔ آپ کی محبت کو پہچانا نہیں۔"

"ستارا......! میری طرف دیکھو!"

فخر عالم نے اس کو شانوں سے پکڑ کر اپنے مقابل کیا اور ٹیبل سے گلاس میں بھرا ٹھنڈا پانی کا گلاس اٹھا کر اس کے لبوں سے لگایا تھا۔

"پہلے پانی پیو۔"

دو گھونٹ پی کر گلاس ہٹا دیا۔ فخر عالم نے گلاس کا باقی بچا پانی خود پی لیا تھا اور خالی گلاس واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اب رونا نہیں۔ جانتی ہو مجھے تمہارا رونا بہت تکلیف دیتا ہے۔"

ستارا نے ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھا۔

"جھوٹ، جبھی مجھے رلاتے رہے ہیں۔"

"ہاں تو غصہ بھی تو دلاتی تھیں، میں کتنا انتظار کرتا رہا تھا تمہارا کہ اب تم میرے پاس آؤ مجھے مناؤ گی مگر میرا انتظار، انتظار ہی رہ گیا۔ شادی کی رات اگر میں نے تم پر غصہ کیا تمہیں برا بھلا کہا تو تم خود سوچو وہ سب بجا تھا مگر جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو تمہاری راہ دیکھنے لگا کہ تم اب آؤ گی میرے پاس مگر تم نہ آئیں۔ تو کیا غصہ نہیں آئے گا۔"

غصے کے بادل آنکھوں سے چھٹے تو سارا منظر صاف و شاداب نظر آنے لگا۔ یہ جو سامنے شخص بیٹھا ہے وہ جو اس کو دیوانگی کی طرح چاہتا ہے وہ صرف اس کا ہے۔ تو کیوں مجھے پہلے فخر عالم کی محبت نظر نہیں آئی۔ کیوں میں ایک دھوکے کے پیچھے بھاگتی رہی۔" R-1

"سوری۔"

ستارا نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھا وہ اپنے ناراض ناراض سیاں کو منانا چاہتی تھی۔ صرف سوری سے کام نہیں چلے گا مجھے اور بھی کچھ چاہیے فخر عالم نے چاہ سے ان ستاروں بھری آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"مگر فی الحال تو ابھی میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" ستارا نے اپنے دونوں خالی ہاتھ پھیلائے۔

"بہت کچھ ہے بے وقوف لڑکی اگر سمجھو تو۔" فخر عالم نے ستارا کے دونوں پھیلے ہاتھ تھام کر آہستگی سے اپنے قریب کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر اپنی محبت کی مہر ثبت کر دی تھی۔ ستارا کا تو جیسے جسم کا سارا خون چہرے پر آٹھہرا ہو۔ پلکوں کی گھنیری باڑ دہکتے سرخ عارض پر سجدہ ریز ہو گئی تھیں۔

ان چار ماہ میں آج پہلی بار شرم و حیا کے وہ رنگ کھلے تھے اس کے چہرے پر جو گزرے ان چار ماہ میں نہیں دیکھے تھے۔ فخر عالم دھیرے سے ہنس دیا۔

"تمہیں پتا ہے تم کتنی پیاری لگ رہی ہو اس وقت۔" فخر عالم کی شوخیاں بڑھنے لگی تھیں۔ اس کی شرارتوں پر شاید بند ھ باندھنا مشکل تھا۔ اس لیے اس کا فی الحال کمرے سے جانا ہی بہتر تھا۔ میں جا رہی ہوں سحری کی تیاری بھی کرنی ہے۔"

"چپ کر کے بیٹھی رہو۔" فخر عالم نے اس کی نازک کلائی جو کھینچی تو وہ اس پر آ رہی۔ "مجھے ابھی ڈھیروں باتیں کرنی ہے تم سے۔" وہ اس کے شرمائے چہرے پر جھکا تھا تو ستارا نے شکر ادا کر کے رب کا اور آسودہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

......☆......